جہاد بالقرآن

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب ص ۱۷

وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مؤمنین

# ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶-کے ماڈل ٹاؤن — لاہور

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ فیصل آباد۔ فونز: ۲۶۰۳۱
۲۳۱۳۱

ماہنامہ
# میثاق
لاہور

| جلد ۳۳ | شمارہ ۸ | ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ مطابق اگست ۱۹۸۴ء |
|---|---|---|

## مشمولات


عرض احوال ——— ۲
جمیل الرحمٰن

الھدٰی (سترھویں نشست) ——— ۷
ڈاکٹر اسرار احمد

جہاد بالقرآن ——— ۱۷
ڈاکٹر اسرار احمد

توحید عملی اور فریضہ اقامت دین (۷) ——— ۳۹
ڈاکٹر اسرار احمد

فصل بہار (قرآن اکیڈمی میں دورۂ ترجمہ قرآن) ——— ۵۷
جمیل الرحمٰن

دورۂ ترجمہ قرآن کے شرکاء کے تاثرات ——— ۶۷
محمد احمد

ھدایات (امیر تنظیم اسلامی) ——— ۷۱
مرتبہ چوہدری غلام محمد
قیم تنظیم اسلامی

اسلام میں عملی زندگی ——— ۷۵
ملک اقبال احمد

افکار و آراء ——— ۸۱



ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی

فون : ۸۵۲۶۱۱

سب آفس : ۱۱ داؤد منزل
نزد آرام باغ، شاہراہ لیاقت کراچی

کراچی فون برائے رابطہ
۲۱۲۷۰۹

جمیل الرحمٰن

# عرضِ احوال

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بفضلہٖ تعالیٰ وعونہٖ ماہنامہ میثاق کا شمارہ بابت ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ مطابق اگست ۱۹۸۴ء قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ شمارہ کافی دقت کے ساتھ منصّۂ شہود پر آسکا ہے اس لئے کہ ہمارے دو مستقل خوش نویس صاحبان رمضان المبارک کے آخری عشرے میں علیل ہوگئے اور تاحال پوری طرح صحت یاب نہیں ہوئے۔ تاہم انہوں نے پرچہ کی تیاری میں ہمارے ساتھ ہر ممکنہ تعاون کیا۔ جزاھما اللّٰہ خیراً۔ قارئین سے ان کی مکمل صحت یابی کی دعا کی درخواست ہے۔

---

اس شمارے کی اہم چیز امیرِ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے اس خطاب کی پہلی قسط ہے جو "جہاد بالقرآن" کے موضوع پر موصوف نے انجمن خدّام القرآن لاہور کے چھٹے سالانہ محاضراتِ قرآنی کے افتتاحی اجلاس میں ۲۵ مارچ کو ارشاد کیا تھا۔ یہ اجلاس جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے برِصغیر پاک و ہند کی مشہور و معروف علمی شخصیت جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ موصوف ان محاضرات کے لئے خاص طور پر ہندوستان سے تشریف لائے تھے۔

ارادہ یہ تھا کہ یہ خطاب کتابی صورت میں تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع کے موقع پر منصّۂ شہود پر آجائے۔ اس کے لئے تیاری بھی کر لی گئی تھی اور ۲ اپریل ۸۴ء تک اس کو کیسٹ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے کتابت کے لئے ایک نئے خوش نویس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ان کا وعدہ تھا کہ وہ مکمل کتابت ۲۷ اپریل کو دے دیں گے۔ لیکن انسان بے بس ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ خوش نویس صاحب نے اس کتابت کو ۱۲ جولائی کو مکمل کر کے ہمارے حوالے کیا ــــ اس تاخیر میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت کارفرما نظر آرہی ہے کہ اپریل سے ۶ جولائی ۸۴ء تک امیرِ محترم اسی موضوع پر متعدد خطابات ارشاد فرما چکے ہیں۔ ہر خطاب میں چند نئے نکات اور نیا مستحکم طرزِ استدلال سامنے آتا رہا ہے۔ گویا کہ جو محاضراتِ قرآنی کے افتتاحی اجلاس میں

کھلی تھی رفتہ رفتہ ایک شگفتہ پھول کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ اس میں مزید حسن اور نکھار آرہا ہے۔ لہٰذا اپنے معاون میاں حافظ عاکف سعید سلمہ کے مشورے کے مطابق اب اس خطاب کی پہلی قسط اس شمارے میں قارئین کے استفادہ کے لئے پیش ہے۔ ان شاء اللہ امیر محترم کے اس موضوع پر اب تک جو خطابات ہوئے ہیں اور جو مستقبل قریب میں ہوں گے ان میں سے کوئی خطاب منتخب کرکے کتابی شکل میں شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ورنہ پہلا خطاب تو تیار ہے ہی — 'میثاق' میں اس کی اشاعت کی تکمیل کے بعد اسے پمفلٹ کی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔

---

اس شمارے میں دوسرے خاصّے کی چیز اس پروگرام کی روداد ہے جو رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں صلوٰۃ تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن اور اس کی مختصر تشریح و توضیح کی صورت میں قرآن اکیڈمی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ راقم کی معلومات کی حد تک برصغیر پاک و ہند میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے اس نوع کا کام پہلی بار مکمل طور پر انجام پذیر ہوا ہے۔ اس طرح یہ کام ایک تاریخی نوعیت کا حامل ہے۔ جون جیسے گرم مہینہ میں جبکہ امسال موسم گذشتہ سالوں کے مقابلے میں شدید تر تھا، ہر شب کو ۲ بجے تک دورہ ترجمہ قرآن اور صلوٰۃ تراویح کی ادائیگی کے لئے وقت دینا بادی النظر میں بڑا مشکل اور کٹھن کام تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو تسہیل فرمائی اور امیر محترم کی جس طرح نصرت فرمائی اس کا شکر الفاظ میں ادا کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ کام درحقیقت راقم کے نزدیک وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی عملی تفسیر تھی۔

---

جیسا کہ گذشتہ شمارے میں تذکرہ کیا جاچکا ہے کہ ۲ جولائی کو امیر محترم شمالی امریکہ کے دعوتی دورے پر تشریف لے جانے والے ہیں۔ بحمد اللہ پروگرام کے مطابق امیر محترم تشریف لے جاچکے ہیں۔ یکم جولائی کو جمعہ تھا۔ امیر محترم نے جامع الصفا عقب الاعظم اسکوائر کراچی میں خطبہ جمعہ سے قبل "جہاد بالقرآن" کے موضوع پر نہایت دل نشین اسلوب سے خطاب ارشاد فرمایا۔ (یہ خطاب محاضرات قرآنی کے چھٹے سالانہ اجلاس میں بھی کیا گیا تھا۔ جس کی پہلی قسط اس شمارے میں شامل ہے) حاضری خلاف توقع بہت تھی۔ یہ وسیع و عریض جامع مسجد بھی تنگیٔ داماں کا سماں پیدا کر رہی تھی۔ صلوٰۃ جمعہ کے بعد امیر محترم نے "قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکیں اور علماء کے خدشات" کے موضوع پر خطاب ارشاد فرمایا۔ جمعہ سے قبل والے قریباً نصف سے زائد افراد اس میں شریک رہے۔ (ان شاء اللہ یہ خطاب ستمبر کے شمارے میں شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی)۔ اس دورے میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے علاوہ قرآن اکیڈمی کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر ابصار احمد صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی۔ ایم فل، رفیق تنظیم اور اعزازی مدیر "ماہنامہ حکمت قرآن"

بھی امیر محترم کے شریک سفر ہیں۔ ان شاء اللہ ۱۰ اگست ۸۴ء تک امیر محترم کی پاکستان مراجعت ہو گی موصوف کی عدم موجودگی میں مسجد دارالسلام میں تقریر، خطبہ اور صلوٰۃ جمعہ کے فرائض ڈاکٹر تقی الدین صاحب انجام دے رہے ہیں۔ اور قائم مقام امیر تنظیم محترم قمر سعید قریشی صاحب ہیں۔

## تنظیم اسلامی کا تعلیمی و تربیتی چالیس روزہ پروگرام

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ کسی انقلابی تحریک کے کارکنوں میں جذبۂ عمل پیدا کرنے کے لئے مقصد کا شعور اور اپنے نقطۂ نظر کی حقانیت پر انشراح صدر ہونا اشد ضروری ہے پھر ان میں وہ صلاحیت اور سلیقہ بھی ہونا چاہیئے جو کسی دوسرے فرد کو اپنی دعوت سے متعارف کرانے کے لئے ضروری ہے۔ نیز انہیں لوگوں کے اشکالات اور مخالفین و معاندین کے اعتراضات اور الزامات کا جواب بھی معلوم ہونا چاہیئے۔

مندرجہ بالا اوصاف کو پیدا کرنے کے لئے ایک نہایت وسیع الاطراف اور جامع تعلیمی نظام سے کارکنوں کو گزارنا ناگزیر ہے۔ پھر چونکہ کسی دعوت سے متعارف ہونے کے بعد اس میں عملی طور پر شریک ہونے والوں کے سابقہ پس منظر کے اعتبار سے مختلف استعداد کے لوگ اس میں موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی ایک کورس میں سب کے لئے دلچسپی پیدا کرنا مشکل کام ہے اور اس کے پیش نظر تعلیمی نظام کا مختلف مدارج پر مبنی ہونا ضروری ہے جس میں مختلف لوگ مختلف مراحل میں شریک ہو سکیں اور جن کے لئے ضروری ہو وہ بالکل ابتدائی مراحل تعلیم و تربیت سے سلسلہ تعلیم سے گزریں۔

مزید برآں ایک اسلامی انقلابی تحریک کے کارکن یا بالفاظ دیگر داعی الی اللہ کے لئے یہاں کتاب اور سنت کے علم اور فرائض دینی کے شعور کو پیدا کرنے کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے وہیں ان کی عملی تربیت یعنی تزکیہ نفس اور ان میں تعلق مع اللہ کو پیدا کرنے کی سعی کرنا اس سے بھی زیادہ اہم کام ہے۔ آپ چاہیں تو اسے تعمیر سیرت و کردار کا نام دے لیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام فطری طور پر جس اعلیٰ نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کی طرف نوع انسانی کو متوجہ کرتا ہے۔ اس کے یقین اور ایمان کا لازمی نتیجہ ایک اعلیٰ سیرت و کردار کی حامل شخصیت کا معرض وجود میں آنا ہے۔ اسی سے آگے چل کر ایک اعلیٰ اقدار پر مبنی معاشرہ وجود میں آسکے گا۔ اور بالآخر ایک عدل و قسط پر مبنی نظام حکومت کا قیام ممکن ہو گا لہٰذا مؤثر اور حقیقی داعی وہی ہو سکے گا جس کے ظاہر اور باطن، قول و فعل میں پوری مطابقت پائی جاتی ہو۔

جب ہم ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ایک انقلابی اسلامی تحریک کے کارکنوں کے

تعلیم اور تربیت کے نظام کا کوئی خاکہ اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ کام نہایت مشکل اور کٹھن معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری طرف یہ ناگزیر بھی ہے لہٰذا صرف اللہ کی تائید اور توفیق کے بھروسے پر تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لئے بیس بیس دن پر مشتمل تعلیمی و تربیتی کورس مرتب کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کا پہلا کورس بحمداللہ تعالیٰ ۲۰ر جولائی ۸۳ء سے شروع ہو گیا ہے اور اس پہلے مرحلہ کے اختتام کے متصلاً بعد دوسرا بیس روزہ کورس رکھا گیا ہے تاکہ جو لوگ پہلے مرحلہ کو کامیابی کے ساتھ مکمل کرلیں اور ان کے لئے چالیس دن کی چھٹی پر آنا بھی ممکن ہو تو وہ ایک ہی سفر میں دو نصابی مراحل طے کرلیں۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جو حضرات اس قسم کے بیس بیس روزہ آٹھ مراحل کو مکمل کرلیں گے انہیں کام کرنے کی کافی حد تک صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ اس پہلے پروگرام میں تا حال تیس رفقاء شریک ہوتے ہیں

پروگرام کا مختصر تعارف یہ ہے کہ دن کے اوقات میں تجوید کے بنیادی اصولوں کی تعلیم عربی کی ابتدائی و بنیادی تعلیم۔ فارسی کی ابتدائی و بنیادی تعلیم، نیز دعوتی تالیفات کا مطالعہ، اس مذاکرہ اور افہام و تفہیم۔ رکھی گئی ہے۔ صبح صلوٰۃ فجر اور شام صلوٰۃ مغرب کے بعد احادیث شریفہ کے درس رکھے گئے ہیں۔ اُن احادیث کا درس پیش نظر ہے جن سے محاسبۂ اخروی پر قلوب میں حقیقی و پختہ یقین پیدا ہو سکے چونکہ انسان کی عملی زندگی پر اثر انداز ہونے والا مؤثر ترین ایمان' ایمان بالآخرہ ہے۔ علاوہ ازیں ان احادیث کا درس بھی شامل کیا گیا ہے جن میں آداب، اذکار متواردہ، تسبیح و تحمید، تکبیر، تہلیل، استغفار وغیرہ کے معمولات یومیہ کی تعلیم ہے۔ تاکہ شرکاء ان کو زبانی یاد کرکے ان کو اپنے معمولات میں شامل کرنے کی توفیق پائیں۔ مزید برآں تلاوتِ قرآن حکیم کی صحت کے لئے بھی پروگرام رکھا گیا ہے اور قیام اللیل کا بھی بندوبست پیش نظر ہے۔

اس تعلیمی و تربیتی پروگرام کے منتظم و نگران اعلیٰ کے فرائض محترم ڈاکٹر تقی الدین صاحب پی ایچ ڈی کو تفویض کئے گئے ہیں جن کو محترم ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی نے مرکز میں نائب امیر برائے تعلیم و تربیت مقرر کیا ہے۔ اسی مقصد کے لئے ڈاکٹر تقی الدین صاحب کراچی سے لاہور منتقل ہونے کا انتظام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جب مغربی جرمنی میں پی ایچ ڈی کر رہے تھے تو ان کا الاخوان المسلمون سے تعلق رہا ہے تعلیم سے فارغ ہو کر ان کا کچھ عرصہ سعودی عرب میں بھی قیام رہا ہے۔ عربی زبان پر انہیں پہلے سے عبور حاصل ہے اور کتاب و سنت پر ان کی گہری نگاہ ہے۔ سعودی عرب سے کراچی مراجعت کے بعد موصوف اپنے طور پر کراچی میں دعوت و تبلیغ اور قرآن حکیم کی تعلیم و تدریس کا کام کر رہے تھے۔ قریباً

چار سال قبل موصوف تنظیم اسلامی سے متعارف ہوئے اور اس کی دعوت کو اپنے فکر و نظر کے مطابق پاکر اس پر لبیک کہا۔ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد موصوف نے درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کی طرف توجہ دی۔ چونکہ بحمد اللہ عربی زبان پر عبور پہلے ہی سے حاصل تھا اور قرآن و حدیث کا ذاتی مطالعہ تھا۔ لہٰذا بہت کم عرصہ میں درس نظامی کی تکمیل کر لی، اب وہ باقاعدہ مستند عالم دین ہیں۔

اس تعلیمی و تربیتی پروگرام میں عربی کی تعلیم کے لئے حافظ احمد یار صاحب سابق صدر شعبۂ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی اور فارسی تعلیم کے لئے جناب شبیر احمد صاحب بخاری سابق ڈائریکٹر آف ایجوکیشن صوبہ پنجاب نے اپنی خدمات پیش کی ہوئی ہیں — اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے — دیگر امور کے لئے قرآن اکیڈمی کے فیلوز میں سے حافظ عاکف سعید اور حافظ محمد رفیق کے سپرد بھی کچھ ذمہ داریاں کی گئی ہیں درس حدیث محترم ڈاکٹر تقی الدین صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر و ادنیٰ کوشش کو بار آور فرمائے اور اس میں حصہ لینے والوں کو اس سے صحیح استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پروگرام کو تنظیم اسلامی کے رفقاء کیلئے خیر و برکت اور رحمت و مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

## اسٹاپ پریس

۲۸ جولائی: تازہ ترین اطلاع یہ ملی ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی کے برطانیہ کے دعوتی دورے کا پروگرام بھی بن گیا ہے۔ موصوف کا وہاں قریباً ایک ہفتہ قیام رہے گا۔ آپکی واپسی ۱۴ اگست تک متوقع ہے ■

## (بقیہ الھدیٰ)

حضرات! ہم نے اس مختصر وقت میں اس آیتِ مبارکہ کو سمجھنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ ہم پر آج کے سبق میں واضح ہوا کہ ایمان درحقیقت ایک نور ہے، ایک روشنی ہے جس سے انسان کا باطن منور ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب انسان کا باطن منور ہو جائے گا تو اس کے کچھ آثار اس کے رویئے میں، اس کے اخلاق میں، اس کی دلچسپیوں میں، اسکی سیرت و کردار میں نمایاں ہوں گے۔ اب اگلے درس میں ان شاء اللہ ہم اسی رکوع کی آیات کے حوالے سے ان اثرات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ وَ ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وَاٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین ٥

(۱۷ویں نشست)

# الہدیٰ

# نورِ ایمانی کے اجزائے ترکیبی:

# نورِ فطرت اور نورِ وحی

(مباحث ایمان۔ درس ثالث)

## ڈاکٹر اسرار احمد

کے ٹیلیویژن کے دروس کا سلسلہ

(۱)

السّلام علیکم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امّابعد
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ
فِیْھَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ
کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ
زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَھْدِی اللّٰہُ

لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

صدق اللّٰہ العظیم ۝

"وہ اللہ ہی روشنی ہے آسمانوں اور زمین کی - اس کے نور کی مثال یوں ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں ایک چراغ ہو - چراغ ایک شیشے (فانوس) میں ہو اور وہ شیشہ ایک چمکدار ستارے کے مانند روشن ہو - اس چراغ میں جلتا ہے تیل ایک ایسے مبارک زیتون کے درخت کا جو نہ شرقی ہو نہ غربی - اس کا روغن بھڑک اٹھنے کو تیار ہو خواہ اُسے آگ نے نہ چھوا ہو - یہ روشنی ہے روشنی پر - اللہ ہدایت دیتا ہے اپنے نور کی جانب جس کو چاہتا ہے - اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے - اور اللہ تو ہر چیز سے کما حقہٗ واقف ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے -

معزز حاضرین و محترم سامعین !

مطالعہ قرآن حکیم کے جس منتخب نصاب کا سلسلہ وار درس ان مجالس میں ہو رہا ہے ، اس ضمن میں یہ چھٹا سبق ہے اور مباحث ایمان کے ذیل میں درس ثالث، یہ درس سورہ نور کے پانچویں رکوع پر مشتمل ہے - جس کی پہلی آیت اور اس کا رواں ترجمہ ابھی آپ نے سماعت فرمایا -

یہ رکوع کُل چھ آیات پر مشتمل ہے - یہ رکوع پورے قرآن مجید میں بھی ایک منفرد اہمیت کا حامل ہے - بالخصوص سورہ نور میں اس کی حیثیت بالکل ایسے ہے جیسے ایک بہت اعلیٰ اور خوبصورت انگوٹھی ہے جس کے درمیان میں نہایت قیمتی نگینہ جڑا ہوا ہے - اس لئے کہ سورہ نور کل ۹ رکوعوں پر مشتمل ہے اور یہ پانچواں رکوع عین اس کے وسط میں واقع ہے - چار رکوع اس سے قبل ہیں اور چار رکوع مابعد - اس میں ایمان اور اس کی اصل حقیقت کو تمثیلات کے پیرائے میں سمجھایا گیا ہے - چنانچہ پہلی آیت جو ہمارے آج کے درس کا موضوع ہے ، اس میں ایمان کی حقیقت ، اس کی ماہیت کے لئے تمثیل لائی گئی کہ وہ

ایک نور ہے، روشنی ہے جس سے انسان کا قلب، اس کا سینہ اور نتیجۃً اس کا پورا وجود، اس کی پوری شخصیت منوّر ہوجاتی ہے۔ پھر یہ کہ اس نور کے اجزائے ترکیبی دو ہیں - ایک وہ نورِ فطرت جو ہر انسان کی فطرت میں ودیعت شدہ ہے اور دوسرا نورِ وحی جس سے اس نور کی تکمیل ہوتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں تمثیلوں اور تشبیہوں کو اس قدر کثرت سے کیوں استعمال فرمایا گیا ہے - ایہ بات بھی جان لیجئے کہ صرف قرآن مجید ہی میں نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابوں کا یہ ایک وصفِ مشترک ہے خصوصاً انجیل میں تمثیلیں نہایت کثرت سے بیان ہوتی ہیں - نہایت اعلیٰ تمثیلیں، جو دنیا کے اکثر کلاسکل ادب میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتی ہیں — ان کا اصل سبب یہ ہے کہ بعض مضامین اتنے لطیف ہوتے ہیں اور عام انسانی فہم و ادراک سے بالعموم اتنے بلند ہوتے ہیں کہ اگر انہیں عام انداز میں بیان کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ فائدے سے زیادہ نقصان ہوجائے اور عوام اس سے مغالطے میں مبتلا ہوجائیں - دوسری طرف ان حقائق کا ایک اجمالی تصوّر دینا بھی انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ضروری ہے لہٰذا آسمانی کتابوں میں ایسے حقائق کے ضمن میں تمثیل یا تشبیہہ کا پیرایہ اختیار کیا گیا تاکہ اس سے ہر شخص اپنے فہم و شعور کے مطابق اس کا مطلب اخذ کرلے - چنانچہ انجیل میں مذکور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حواری نے سوال کیا کہ "اے باپ! آپ تمثیلوں میں گفتگو کیوں کرتے ہیں!" حضرتِ مسیحؑ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "تاکہ وہی سمجھیں کہ جن کا سمجھنا مفید ہے"۔ یعنی تمثیل کی احتیاج انسان کو ہے، اللہ کو نہیں : وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ط۔ "اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے"۔ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ط — "اور اللہ کو تمام چیزوں کا علم ہے"۔ — اور یہ علم کما حقہٗ بھی ہے اور کما ہی بھی - ہر شے کی اصل حقیقت اس پر روشن ہے - تمثیل کی احتیاج معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، اللہ کو نہیں ہے بلکہ اصلاً ہمیں ہے۔ اسکی ایک اور مثال بھی میں آپ کے سامنے رکھ دوں کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ قانون اسلامی کی بنیاد صرف قرآن مجید پر نہیں ہے بلکہ سنتِ رسول بھی اس کی دوسری

بنیاد ہے اور ضروری ہے۔ تو بعض لوگ ناسمجھی میں یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو سنت کی ضرورت ہے! قرآن سنت کا محتاج ہے! معاذ اللہ۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم قرآن کو سمجھنے اور زندگی کے تمام گوشوں اور معاملات میں عملی رہنمائی کے حصول کے لئے سنت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے محتاج ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا: وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ "(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم نے آپ کی جانب یہ ذکر یعنی قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے لئے واضح کریں جو اُن کے لئے نازل کیا گیا ہے"۔ قرآن کی تبیین، قرآن کی تشریح و توضیح، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی ہے اور ہم قرآن کو سمجھنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور ارشادات کے محتاج ہیں۔ بالکل یہی بات یہاں ہے کہ تمثیلوں کی احتیاج اللہ کو نہیں ہے: وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ۔ ان کی احتیاج ہمیں ہے۔

اب آیئے اس تمثیل پر غور کیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "آسمانوں اور زمین کی روشنی اللہ ہی ہے"۔ ظاہر الفاظ سے یہاں ایک مغالطہ ہو جاتا ہے کہ شاید یہاں نور کا اطلاق باری تعالیٰ کی ذات پر ہو رہا ہے اس مغالطہ سے بچنے کی بڑی ضرورت ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق یہ جان لیجئے بقولِ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ ذات وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ یا جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الذَّاتِ اِدْرَاکٌ۔ "اللہ کی ذات کے ادراک سے عاجز ہو جانے ہی کا نام ادراک ہے۔ معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ میں اللہ کی ذات کو جان نہیں سکتا تو یہی کمالِ عرفان ہے۔ یہی بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی: وَالْبَحْثُ عَنْ کُنْہِ الذَّاتِ اِشْرَاکٌ۔ "اللہ کی ذات کے بارے میں بحث اور کھود کرید سے انسان شرک اور فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا۔" امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ یہ نور کوئی مادی شے ہے یا یہ کوئی عارضی کیفیت ہے۔ اور ان دونوں کی نسبت باری تعالیٰ کے ساتھ محال ہے، ناممکن ہے لہٰذا نور کا اطلاق ذات باری تعالیٰ

پر نہیں ہے - پھر ایک دلیل یہاں بھی موجود ہے - اس آیت میں دو مرتبہ آیا ہے۔ "نورہ" - یہ مرکب اضافی ہے جب کسی شے کی اضافت کسی کی طرف کی جاتی ہے تو وہ شے اس کا غیر ہے - جیسے میرا قلم - قلم علٰحدہ ہے - میں علیٰحدہ ہوں - یہ نسبت میرے اور قلم کے مابین ہے - تو نورہ کے معنی ہیں اس کا یعنی اللہ کا نور - تو نور کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر درست نہیں ہے - معلوم ہوا کہ یہاں لفظِ نور بطور استعارہ آیا ہے -

اب آپ سمجھئے - ہم جس نور سے واقف ہیں، اُسے نورِ خارجی کہیئے - خارجی روشنی - یہ نور یا روشنی اصل میں اشیاء کے ظہور کا ذریعہ بنتی ہے - ہم سب یہاں موجود ہیں - روشنی کا سیلاب آیا ہوا ہے - لیکن کسی سبب سے یہ روشنی چلی جائے - فیوز ہو جائے تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکیں گے درآں حالیکہ ہم سب کی آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت موجود ہے - یہ اشیاء کا ظہور بواسطہ نور ہو رہا ہے - یہ ہے نورِ خارجی --- اسی طرح ایک نور باطنی ہے - جس سے حقائقِ اشیاء ظاہر ہوتی ہیں - جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا آتی ہے : اللّٰھم ارنی حقیقۃ الاشیاءِ کما ھِیَ - اے اللہ مجھے اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی فی الواقع وہ ہیں " شاید اسی سے شاعر نے خیال لے کر کہا ہے -

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن     جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا ہے!

تو وہ جو ایک بصیرتِ باطنی ہے اُسے ایک نورِ باطنی کی ضرورت ہے اور وہ نورِ باطنی ہے معرفتِ نورِ خداوندی ہے اسی نورِ خداوندی کا ذکر ہے سورۂ بقرہ میں آیت الکرسی سے متصلاً دوسری آیت میں : اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ --- اللہ کو پہچان لیں گے - تو اس کائنات کے جملہ حقائق، حقائقِ کونیہ، حقائقِ تکوینی، حقائقِ تشریعی، سب کے سب روشن ہو جائیں گے، نظر آئیں گے - یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آغاز کیا ہے! اختتام کیا ہے! اس کائنات کی حقیقت کیا ہے! حیات کی حقیقت کیا ہے! موت کی حقیقت کیا ہے! خیر کی حقیقت کیا ہے! شر کی حقیقت کیا ہے! علم کسے کہتے ہیں - مجازات و مکافات کیوں ضروری ہیں؟

یہ ساری چیزیں انسان کو معلوم ہوں گی اگر وہ اللہ کو جان لے ۔ جس طریقے سے ہماری بصارتِ ظاہری کے لئے نورِ خارجی ضروری ہے اسی طرح اندرونی بصیرت کے لئے نورِ باطنی، نورِ معنوی ضروری ہے جو عبارت ہے معرفتِ خداوندی سے : اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

اب آگے چلیے ارشاد فرمایا : مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ یہاں جو "نُوْرِهٖ" ہے، اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں ۔ متکلمین کی اکثریت نے اسے نورِ ہدایت قرار دیا ہے کہ یہاں تمثیل نورِ ہدایت کے لئے ہے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہاں مراد ہے قرآن ۔ چونکہ خود قرآن مجید میں کئی مقامات پر قرآن کو "نور" سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہاں نور سے مراد ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپؐ کے بارے میں فرمایا گیا : سِرَاجًا مُّنِيْرًا "آپؐ ایک روشن چراغ ہیں ۔" ویسے ہم تینوں کو جمع کر لیں تو کوئی حرج نہیں یہ ایک ہی بات ہے ۔ جیسے سورہ بیّنہ میں ارشاد فرمایا : لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ "یہ سارے اہل کتاب اور یہ سارے مشرکین باز آنے والے نہ تھے اپنے کفر اور شرک سے جب تک کہ ان کے پاس تنبیہہ نہ آجاتی"۔ آگے فرمایا کہ وہ اَلْبَيِّنَة کیا ہے ۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ "رسول اللہ کی طرف سے جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست باتیں لکھی ہوئی ہوں"۔ رسول اور صحیفے یا کتابیں یہ مل کر ایک وحدت بنتے ہیں اور یہ ہے بیّنہ — یہ ہے اللہ کی دلیل، یہ ہے اللہ کی حجت یہ ہے اللہ کی برہان ۔ ویسے "مَثَلُ نُوْرِهٖ" کے ضمن میں دو صحابہؓ کی رائے نہایت قابلِ غور ہے ۔ یہ دونوں صحابہؓ وہ ہیں جن کی قرآن فہمی کی خصوصی فضیلت حضورؐ نے بیان فرمائی ہے ۔ ایک ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور دوسرے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

حضرت اُبی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہاں مراد ہے : مَثَلُ نُوْرِ مَنْ اٰمَنَ ۔ "مثال اس کے نور کی جو ایمان لے آیا ۔" اس کو جو ایمان لے آئے اللہ تعالےٰ

کی طرف سے ایک نور عطا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ یہاں مراد ہے: مَثَلُ نُوْرِہٖ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔ "اللہ کا ایک نور وہ بھی ہے جس کی جلوہ گاہ بنتا ہے ایک مومن کا قلب"۔ مراد ہوا ایمان۔ ایمان کا محل ومقام قلب مومن ہے ——— اس میں جو نور ایمان پیدا ہوتا ہے آگے اس کی تمثیل بیان کی گئی ہے کہ جیسے ایک طاق ہے —— اب ذرا آپ غور کیجئے اور اپنے جسم کی ساری ہڈیوں کے پنجرے کو اپنے تصور میں لایئے۔ تو سینے کی جو ہڈیاں اور پسلیاں ہیں وہ بالکل ایک طاق کے مانند ہیں۔ ڈایافرام (DIAPHRAGM) جو ہمارے سینے کو معدے وغیرہ سے جدا کرتا ہے، اس کا فرش ہے اور اس پر اس کا قلب رکھا ہوا ہے۔ جب یہ قلب ایمان سے منوّر ہو جاتا ہے تو اب یہ ایک چراغ ہے: کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط۔ "جیسے ایک طاق ہو اور اس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو" یہ چراغ ایک شیشے میں ہے: اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط۔ دیکھئے اگر چراغ شیشہ (فانوس) میں نہ ہو کسی قندیل میں نہ ہو تو چراغ کی لو ہوا سے ادھر اُدھر منتشر ہوتی رہتی ہے۔ جب چراغ شیشے میں آجاتا ہے تو وہ ایک مرکز پر ایک جگہ پر قائم رہتی ہے جس سے روشنی بالکل یکساں طریقے اور ہموار طور پر اپنے ماحول میں سرایت کرتی ہے۔ اس چراغ میں جو تیل جلتا ہے —— اب اس تمثیل کی جو اصل فصاحت و بلاغت ہے وہ آرہی ہے: اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط۔ "فانوس کی کیفیت یہ ہو جیسے چمکتا اور جگمگاتا ہوا تارا۔ اس چراغ میں جلتا ہو ایک ایسے بابرکت زیتون کے درخت کا تیل جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا روغن آپ سے آپ سلگ جانے کے لئے بیتاب ہو۔ چاہے آگ نے ابھی اُسے چھوا نہ ہو۔" اس زیتون کے درخت کے متعلق حضرت ابن عباس رضؓ کا قول ہے کہ اُس سے ایسا درخت مراد ہے جو یا تو کسی پہاڑی کی چوٹی پر ہے یا کسی میدان میں تنہا درخت ہے، ایسے درخت پر صبح سے لے کر شام تک سورج کی حرارت و تمازت اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر درختوں کا کوئی جھنڈ ہو تو اگر اس کے شرقی گوشے میں کوئی درخت ہوگا تو شام

کی دھوپ اُسے نہیں ملے گی - اگر غربی گوشے میں کوئی درخت ہو گا تو صبح کی دھوپ اُسے میسر نہیں آتے گی - لَاشَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ - حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایسے درخت کا تیل نہایت صاف وشفاف ہوتا ہے - وہ بھڑک جانے پر تیار ہوتا ہے - اس شرقی وغربی کے لفظ سے میرا ذہن علامہ اقبال کے اس مصرع کی طرف منتقل ہوا ع درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی - یہ جو نسبتیں ہوتی ہیں انکی وجہ سے بھی انسان میں عصبیت پیدا ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ حقائق سے محروم ہو جاتا ہے -

زیتون کے اس درخت کے روغن کی خصوصیت وکیفیت یہ بیان ہوتی ہے کہ وہ اتنا صاف وشفاف ہے کہ بھڑکنے اور مشتعل ہونے کے لئے بیتاب ہے مچل رہا ہے چاہے اُسے آگ نے نہ چھوا ہو - جدید دور میں اس کی اگر ہم مثال دیں گے تو وہ پٹرول ہے - آپ مٹی کے تیل سے بھی دیا جلاتے ہیں - لیمپ اور لالٹین روشن کرتے ہیں - سرسوں کے تیل سے بھی دیا جلائیں گے - لیکن اس کے لئے بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں - اس کے لئے بتی چاہیئے ، کپڑا چاہیئے - تب وہ جلے گا - اس کو براہ راست دیا سلائی دکھائیں تو وہ نہیں جلے گا - اس کے برعکس پٹرول ہے کہ دیا سلائی اس سے ابھی دور ہے - قریب بھی نہیں لیکن پٹرول اس روشن دیا سلائی کو خود آگے بڑھ کر آگ کو پکڑنے اور لپکنے کے لئے بیتاب ہے - ع نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے - یہاں یہ انداز ہے -

پس اس روغن سے درحقیقت ایک سلیم الفطرت انسان کی مثال دی گئی ہے جس نے اپنی انسانیت کے جوہر کو اور اپنی فطرت کو محفوظ رکھا - اس میں کثافتیں نہیں آنے پائیں - اس میں عصبیتیں نہیں ہیں - بلکہ وہ اپنی اصل حقیقت پر سلامتی طبع اور سلامتی فطرت کے ساتھ قائم وبرقرار ہے - یہ روغن بھڑک اٹھنے کو تیار ہے اگر نورِ وحی ذرا اس کے قریب آجائے تو اس کا باطن جگمگا اُٹھتا ہے - جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زید بن حارثہ اور سابقون الاولون صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم اور جیسے خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ درحقیقت یہ مثال ان صدیقین کے ایمان کی ہے کہ جو خود بیتاب ہوتے ہیں کہ جیسے توحید کی دعوت سامنے آئے اُسے آگے بڑھ کر قبول کر لیں ۔ جیسے ہم نے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات کے مطالعہ میں اس آیت کا بھی مطالعہ کیا تھا : رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۔ بس یہ ہے وہ نورِ ایمان جس کے اجزائے ترکیبی دو ہیں، ایک نورِ فطرت اور دوسرا نورِ وحی ۔ اسی حقیقت کو اس آیت مبارکہ میں آگے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے : نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ "نور پہ نور"۔ دو انوار سے مرکب ہو کر نورِ ایمان تیار ہوتا ہے جس سے انسان کا قلب منوّر ہوتا ہے، پھر وہ طاق منوّر ہوتا ہے، پورا سینہ اس سے منوّر ہوتا ہے ۔ پھر ان انوار سے انسان کا پورا وجود، اس کی پوری شخصیت منور ہو جاتی ہے ۔ پھر جو انسان وجود میں آئے گا، اس کا نقشہ اگلی آیات میں دیا گیا ہے جو ان شاء اللہ ہم اگلی نشست میں پڑھیں گے ۔ اب آج پہلی آیت کے بارے میں، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کے متعلق اگر کچھ سوالات ہوں تو آپ پیش فرمائیں ۔

# سوال و جواب

سوال : ڈاکٹر صاحب ! آپ نے درس کے دوران بتایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے متعلق بحث و تمحیص سے گریز کرنا چاہیئے اس وجہ سے کہ بعض اوقات بات شرک تک پہنچ جاتی ہے ۔ پھر آپ نے بتایا کہ اللہ تعالےٰ کو جان لینا ایک بندہ مومن بننے کے لئے دلیل ہے ۔ کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے ۔ ؟

جواب : بڑا پیارا سوال ہے، بہت متعلق سوال ہے ۔ اصل میں اللہ کو جان لینے یا اللہ کی معرفت کے دو اجزا ہیں ۔ ایک ہے اللہ کی ذات کو جان لینا۔ ایک ہے اللہ کی صفات کو جان لینا ۔ ہم اللہ کی ذات کو نہیں جان سکتے وہ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے ۔ جیسا کہ میں نے تفصیل کے ساتھ عرض کیا ۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کا جو علم ہے یا اس تعالیٰ کی جو معرفت ہے وہ کُل کی کُل اس تعالیٰ کی صفات سے متعلق ہے ۔ ہم اللہ کو اس کی صفات کے حوالے ہی سے جان سکتے ہیں ۔ اسی

کی ذاتِ سبحانہٗ کو جان لینا ہمارے لئے ممکن نہیں - اس بات کی تفہیم کے لئے میں نے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا، جو صحابہ کرامؓ میں سب سے اعلیٰ و ارفع عارف باللہ ہیں، یہ قول آپ کو سنایا تھا = اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الذَّاتِ إِدْرَاكٌ : اللہ تعالےٰ کی ذات کے ادراک سے عاجز آجانا ہی ادراک ہے - ذات کا تصوّر مستلزم ہے محدودیت ( Limitation ) کو اور اللہ کے متعلق جہاں محدودیت کا الحاق ہوا وہیں شرک ہوگیا چنانچہ یہی بات اُمت کے دوسرے بڑے عارف حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اُس قول میں ہے جو میں آپ کو سنا چکا ہوں کہ: وَالْبَحْثُ عَنْ كُنْهِ الذَّاتِ إِشْرَاكٌ -

سوال : ڈاکٹر صاحب! اللہ تعالےٰ کے اسمِ علیم کی وضاحت تشنہ سی محسوس ہوئی - اس کی ذرا مزید توضیح فرمائیں -

جواب : اس آیت میں لفظ "عَلِيْمٌ" آیا ہے - اس مقام پر یہ لفظ صفت کے طور پر آیا ہے - اسم کے طور پر نہیں آیا - جب اس پر الف لام داخل کر کے معرفہ بنائیں گے یعنی "اَلْعَلِيْمُ" تو یہ اللہ تعالےٰ کا صفاتی اسم بن جائے گا بہرحال جب صفت یا اسمِ صفت کے طور پر لفظ علیم اللہ کے لئے آئے گا تو اس کے معنی ہوں گے کہ وہ تعالےٰ ہر شے کو جاننے والا ہے اور شے کے ساتھ ہی اس کی اصل حقیقت کو جاننے والا ہے - ہم جن چیزوں پر لفظ علم کا اطلاق کرتے ہیں، وہ اس شے کی ظاہری یا خواص یا تجربات سے متعلق کچھ باتیں ہوتی ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں پھر یہ کہ ہمیں ان کی تحصیل کرنی ہوتی ہے - جب کہ اللہ تعالےٰ بذاتہٖ ہر شے کی اصل حقیقت کو جاننے والا ہے - اُس ذاتِ سبحانہٗ کو معاذ اللہ نہ تحصیلِ علم کی ضرورت ہے نہ اشیاء کے خواص و تأثیر کے لئے تجربات کی، اس لئے کہ وہ ہر شے کا خود ہی خالق ہے اور ہر چیز کی اصل حقیقت کو وہ خود بنانے اور از خود جاننے والا ہے — جیسا کہ میں نے تمثیل کے ضمن میں بھی عرض کیا تھا کہ معاذ اللہ اس کی اللہ کو حاجت نہیں ہے - تعلیم و تفہیم اور شعور و ادراک کے لئے تمثیلوں کی احتیاج ہم کو ہے - ہم اس کے محتاج ہیں -

(بقیہ صفحہ ۶۴ پر)

# جہاد بالقرآن

قَالَ اللهُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ فِیْ سُوْرَۃِ الْفُرْقَانِ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ۝

صَدَقَ اللهُ الْعَظِیْمُ ۝

محترم صدرِ مجلس، مکرم علمائے عظام اور معزز حاضرین کرام!

آپ حضرات کو اخباری اعلان سے یہ علم ہو چکا ہے کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام ہونے والے اس چھٹے سالانہ محاضراتِ قرآنی میں مجھے بطور افتتاحیہ: **جہادِ بالقرآن** کے موضوع پر کچھ عرض کرنا ہے چنانچہ میں نے اس وقت کی اپنی گفتگو کے عنوان کے طور پر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۵۲ کی تلاوت کی ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کافروں کا کہنا بالکل نہ مانئے"، وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ۝ "اور اُن کے ساتھ مجاہدہ کیجئے، کشمکش کیجئے۔ اس قرآن کے ذریعے سخت مجاہدہ اور شدید کشمکش"، چونکہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا قیام اسی بنیاد پر عمل میں آیا تھا چنانچہ اس کے زیر اہتمام دسمبر ۱۹۷۳ء سے مسلسل سات سال تک قرآن کانفرنسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری رہا اور لاہور اور کراچی میں بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے سات نہایت عالی شان سالانہ قرآنی کانفرنسیں منعقد کیں۔ اس کے بعد بعض اسباب سے ہم نے عنوان بدلا۔ جن میں سب سے بڑا سبب یہ تھا جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے باعثِ مسرت اور یہ بارگاہِ رب العزت میں ہماری ان حقیر کوششوں کے مقبول ہونے کا کسی درجہ میں ہی، ایک مظہر بھی ہے کہ 'قرآن کانفرنس' کا لفظ اتنا مقبول ہوا اتنا معروف اور مشہور ہوا کہ جا بجا نہ صرف متعدد قرآن کانفرنسیں، جنہیں بجا طور پر قرآن کانفرنسیں قرار دیا جا سکتا ہے،

منعقد ہوئیں بلکہ بات یہاں تک جا پہنچی کہ اگر کسی تجوید کے مدرسہ کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کا انعقاد ہوا تو اس کا عنوان بھی "قرآن کانفرنس" قرار دیا جانے لگا تو ہم نے پھر اس کو چھوڑ کر 'محاضراتِ قرآنی' کی اصطلاح سے ان مجالس کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔ اس میں بنیادی طور پر پیشِ نظر یہ بات تھی کہ کانفرنسوں میں ایک طرف سامعین کا اور دوسری طرف مقررین کا جو ہجوم ہو جایا کرتا ہے اور تحریری مقالات وخطبات کی بجائے عام طور پر تقریریں زیادہ ہوتی ہیں تو مطلوبہ مقاصد کماحقہٗ حاصل نہیں ہوتے۔ گو یقیناً اس سے یہ فائدہ تو حاصل ہوا کہ قرآن مجید لوگوں کی نظر والتفات کا نقطۂ ماسکہ وارتکاز (FOCUS) بنا۔ اس کی طرف توجہات مرتکز ہوئیں۔ اس کی تلاوت کے ساتھ اس کے مطالعے، اس کی تعلیم وتعلم اور اس میں تفکر وتدبر کے شوق و ذوق میں اضافہ ہوا۔ میرے نزدیک الحمدللہ یہ بھی بہت بڑا کام ہے۔ لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے جلسوں کی افادیت اتنی نہیں جتنی ایک پرسکون ماحول میں مقالہ پیش کیا جائے یا لیکچر دیا جائے، پھر اس پر گفتگو، مذاکرہ اور افہام وتفہیم کا بھی موقع ہو اس سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ محاضرات قرآنی سے جو مقصد حاصل کرنا پیشِ نظر تھا تا حال اسے ہم پوری طرح رُوبعمل نہیں لا سکے ہیں لیکن اس مرتبہ ان شاء اللہ ان محاضرات کی ایک نشست اسی طرز پر منعقد ہو گی جس میں 'اجارہ کی تشریعی حیثیت' کے موضوع پر ایک مقالہ پیش ہو گا اور اس پر دیگر علمائے کرام اور اہل دانش وبینش کو گفتگو کا موقع فراہم کیا جائے گا تاکہ اس موضوع کے تمام جوانب واطراف کھل کر سامنے آجائیں۔ بہر حال آج ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اِس چھٹے محاضراتِ قرآنی کی پہلی نشست کا آغاز کر رہے ہیں جو برِصغیر پاک وہند کے مشہور ومعروف عالمِ دین ممتاز شخصیت مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہٗ، ڈائریکٹر شیخ الہند اکیڈمی دیو بند، رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور ایڈیٹر ماہنامہ برہان دہلی (بھارت) کی صدارت میں منعقد ہو رہی ہے۔ مولانا کی یہ بڑی کرم فرمائی ہے کہ پیرانہ سالی اور شدید مصروفیات کے باوجود وہ ہماری درخواست پر بھارت سے تشریف لائے اور از راہِ تلطف وتعاون موصوف نے ان محاضرات کی تین نشستوں کی صدارت قبول فرمائی اور تین موضوعات پر اپنے گراں قدر ارشادات سے محاضرات کو مستفید فرمانے کی منظوری بھی عطا فرما دی جس کے لئے میں ذاتی طور پر اپنی جانب سے اور مرکزی انجمن خدام القرآن کی طرف سے، مزید جملہ شرکاء مجلس کی

جانب سے مولانا موصوف کی خدمت میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں، یہ شکریہ محض رسمی نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں خلوصِ دل کے ساتھ ہے کہ : لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَا یَشْکُرُ النَّاسَ۔

درحقیقت یہ محاضراتِ قرآنی جہاد بالقرآن ہی کے سلسلے کی کڑیاں ہیں، لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ میں اس نشست میں جہاد بالقرآن کے موضوع پر چند باتیں ابتدا میں عرض کردوں یہی باتیں درحقیقت مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تمام مقاصد کی نشان دہی بھی کریں گی اور اس کے لئے ، ہمارے استدلال کا جو صغرٰی کبرٰی ہے، انشاء اللہ اس کو بھی سامنے لے آئیں گی۔

جس آیتِ مبارکہ کی میں نے آغاز میں تلاوت کی ہے، اس میں دو چیزیں نہایت اہم ہیں۔ ایک "لفظِ جہاد" جو اس آیتِ مبارکہ میں دو مرتبہ آیا ہے، ایک فعل امر کے طور پر "جَاہِدْ" اور دوسرے مفعول مطلق کے طور پر جہادًا کبیرًا۔ نہ صرف جہاد بلکہ شدید جہاد۔ بہت بڑا جہاد۔ اس آیت میں اس کا حکم دیا جارہا ہے، جناب محمد کو صلے اللہ علیہ وسلم: وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا۔

میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ بات تو سب کی سمجھ اور فہم میں بڑی آسانی سے آجاتی ہے لیکن یہاں بِہٖ کا جو چھوٹا سا لفظ آیا ہے، میں معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اکثر و بیشتر ہمارے اہلِ علم حضرات بھی اس کی اہمیت پر غور و فکر کئے بغیر سرسری طور پر گزر جاتے ہیں۔ میں نے اسے نوٹ کیا ہے کہ جہاں بھی قرآن کے لئے بِہٖ بطور ضمیر مجرور مفعولی آیا ہے، ہمارے اہلِ علم، الا ماشاء اللہ، اس کا وہ حق ادا نہیں کرتے جسے کما حقہ' کہا جاسکے۔ اس بِہٖ کی اہمیت کے اظہار کے لئے دو مثالیں پیش کرتا ہوں :

پہلی مثال سورۂ بنی اسرائیل سے ہے، جہاں فرمایا : وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ۝ میرا اندازہ ہے کہ تہجد کی فضیلت، تہجد کی اہمیت، تہجد کا مقام، اس کا مرتبہ، یہ تو ہمارے یہاں معروف ہے، مشہور ہے۔ کسی کو اس کی توفیق ملی ہو یا نہ ملی ہو۔ اس کی عظمت سے، اس کی برکات سے میرے خیال میں ہر وہ مسلمان بخوبی واقف ہوگا جس کا تھوڑا بہت بھی دینی مزاج ہے۔ لیکن یہاں بھی 'بِہٖ' پر اتنی توجہ نہیں ہوتی جتنی ہونی چاہیے۔ تہجد میں اہم ترین شے قیام وہ بھی طویل قیام ہے اور اس میں ترتیل کے ساتھ تلاوتِ قرآن ہے :

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝
لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں عموماً وہ عام نوافل کی طرح آٹھ رکعتیں پڑھ لیتے ہیں پھر بیٹھ کر مختلف اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں اور زیادہ وقت اس میں صرف کرتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ یہ بھی بہت غنیمت ہے لیکن اس کی برکات سے کما حقہٗ استفادہ تب ہو گا جب اس میں طویل قیام ہو اور اس میں ترتیل کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت ہو۔ دوسری مثال سورۂ مریم کی ہے، جہاں فرمایا:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝

یہاں بھی غور فرمایئے کہ تبشیر و انذار کے لئے "بِہٖ" سے قرآن مجید ہی کو ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ہوتا کیا ہے؛ یہ کہ ہمارے یہاں وعظوں میں اور خطبوں میں اکثر و بیشتر یہ کام اولیاء اللہ کے تذکروں یا مولانا رومؒ کی مثنوی سے لیا جاتا ہے۔ قرآن کی طرف بہت کم ہی توجہ دی جاتی ہے بعینہٖ یہی معاملہ اس آیتِ کریمہ کا ہے: وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ معلوم ہوا کہ یہاں جس جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے اس شدّ و مد کے ساتھ، اس اہتمام کے ساتھ، اس تاکید اور EMPHASIS کے ساتھ اس کے لئے ایک ذریعہ، ایک آلہ، ایک ہتھیار ہے جو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔ اس کے لئے بھی ایک تلوار ہے جو آپؐ کے دستِ مبارک میں تھمائی گئی ہے اور وہ ہے: **قرآن حکیم**۔ لہٰذا فرمایا کہ اے نبی! اِن مشرکین و کفار کے ساتھ جہاد کیجئے۔ اِس قرآن کے ذریعے سے بہت بڑا جہاد، میں صاحبِ صدر کی بالخصوص اور علمائے کرام کی بالعموم اجازت سے اس وقت کچھ تھوڑی سی وضاحت اس لفظ جہاد کی کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اہلِ علم کے لئے ہو سکتا ہے کہ میری یہ سخن تراشی کچھ گراں گزرے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہاں جو دوسرے شرکاء ہیں ان کے لئے یہ بات مفید ہو گی۔

پہلی بات یہ کہ میرے نزدیک جہاد ہمارے دین کا مظلوم ترین تصور (CONCEPT) ہے۔ مظلوم ہونے کے اعتبار سے اس کے ہم پلّہ دوسری شے جو آئی ہے وہ قرآن ہے۔ ہمارے دین کی یہ دو مظلوم ترین حقیقتیں ہیں۔ جہاد کے بارے میں اتنے مغالطے ذہنوں میں ہیں کہ حد و شمار نہیں۔ پھر خاص طور پر ہماری تاریخ میں ایک دَور وہ بھی آیا کہ جب ہم براہِ راست محکوم ہوتے نہ صرف سیاسی اعتبار سے بلکہ ذہنی و فکری اعتبار سے بھی۔ یعنی دو طرفہ غلامی کے پنجے میں ہم گرفتار ہوئے۔ اس وقت اہلِ مغرب کی طرف سے ہم پر جہاد کے حوالے سے

بڑے جارحانہ حملے ہوئے۔ استہزاء اور تمسخر ہوا۔ انہی کی بات یوں کہی گئی ہے کہ:

ع ۔ بُوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

چنانچہ ماضی قریب میں ہمارا انداز معذرت خواہانہ (APOLOGETIC) رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ اب یہ دور اصلاً گزر چکا ہے لیکن تاحال اس کے باقیات السیّئات کچھ لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں اور جب تک ہم ان کو اچھی طرح کھرچ نہیں دیں گے اس وقت تک دین کی کوئی مثبت اور پائدار اور فعال تحریک جو نتیجہ خیز بھی ہو، اٹھانا ممکن نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ جہاد کے بارے میں سب سے پہلا مغالطہ ذہنوں میں یہ بٹھا دیا گیا اور اس کے نتائج بہت دُور رس ہیں کہ جہاد کے معنی 'جنگ' ہیں۔ اس بارے میں میری رائے ہے کہ اغیار اور بیگانوں کی کارستانی کے ساتھ ساتھ یگانوں اور اپنوں کی بھی غلطیاں ہیں اپنوں کی بڑی اکثریت نے بھی جہاد کو 'جنگ' ہی قرار دیا ہے جب قرآنِ مجید مستقل طور پر دو اصطلاحات استعمال کر رہا ہے۔ ایک جہاد فی سبیل اللہ اور دوسری قتال فی سبیل اللہ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر ہمارے دینی لٹریچر میں جنگ کے تمام مدارج و مراحل کے لئے بطور عنوان لفظِ جہاد استعمال ہو جاتا ہے اور جنگ کو 'جہاد' ہی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہوتے ہوتے ہمارے ذہنوں میں جہاد اور قتال مترادف کی حیثیت سے جاگزیں ہوگئے اور عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا کہ جہاد کے معنی ہیں جنگ۔

تیسری بات یہ کہ ظاہر ہے کہ جنگ ہر وقت اور ہمیشہ تو نہیں ہوتی لہذا جہاد فرضِ کفایہ رہ گیا اور فرضِ عین کی فہرست سے خارج ہوگیا۔ پھر یہ کہ جب کبھی جنگ کا مرحلہ آتا تھا تو جتنی نفری کی ضرورت ہوتی تھی وہ نکل آئی تو بقیہ لوگوں کی طرف سے وہ فرض ادا ہو جاتا تھا۔ یہی فرضِ کفایہ کا تصور ہے اور بالکل صحیح تصور ہے۔ لہذا ہمارے یہاں جو فقہی تصورات و معیارات ہیں اور سوچ کے جو پیمانے ہیں ان میں گویا صفِ اوّل کی شے جہاد رہا ہی نہیں۔ اس کا فرضِ عین ہونا پسِ منظر میں چلا گیا حتیٰ کہ ذہنوں سے اوجھل اور محو ہوگیا۔ الاّ ماشاء اللہ۔

چوتھی بات یہ کہ اس پر ستم بالائے ستم اور بناء الفاسد علی الفاسد یہ ہوا کہ ہم نے یہ وطیرہ بنا لیا کہ مسلمان جب بھی جنگ کرے گویا وہ جہاد فی سبیل اللہ کر رہا ہے۔ حالانکہ ایک مسلمان ذاتی حیثیت سے جہاں فاجر و فاسق ہو سکتا ہے وہاں ظالم بھی ہو سکتا ہے جیسے خود مسلمانوں کے متعلق ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ آتے ہیں: اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا

اَوْ مَظْلُوْمًا۔ لہٰذا مسلمانوں کا کوئی بادشاہ یا کوئی سربراہ یا کوئی قوم یا کوئی گروہ ظالم بھی ہو سکتے ہیں
ایک ناحق جنگ بھی شروع کر سکتے ہیں، صرف اپنے مفادات کے لئے، صرف اپنے اقتدار
کو وسعت دینے کے لئے۔ اپنی سلطنت کی حدود کی توسیع کے لئے۔ جبکہ ان کے پیش نظر دین
کی کوئی خدمت نہ ہو۔ اعلائے کلمۃ الحق کا کوئی مقصد نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی جنگ کیسے جہاد
یا قتال فی سبیل اللہ شمار ہو جائے گی! جبکہ ہمارے سامنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ
واضح حدیث موجود ہے: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلذِّکْرِ وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی
مَکَانُہٗ فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ۔ ابی موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اس نے
دریافت کیا کہ حضور ایک شخص جنگ کرتا ہے مال غنیمت کے لئے اور ایک شخص جنگ کرتا ہے اپنے ذکر
وشہرت کے لئے اور ایک شخص جنگ کرتا ہے۔ (اپنی دیا اپنے قبیلہ کی) سربلندی دیکھنے کے لئے
پس کس کی جنگ اللہ کے راستہ میں ہوگی! حضورؐ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ
کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ صرف اس کی جنگ فی سبیل اللہ ہوگی جو جنگ کرے
تاکہ اللہ کا کلمہ سب سے بلند ہو جائے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ تو قتال فی سبیل اللہ
وہ ہے جو اللہ کے جھنڈے کی سربلندی کے لئے کیا جائے نہ کہ ہر مسلمان کی یا مسلمانوں کی
حکومت کی ہر نوع کی جنگ جہاد وقتال فی سبیل اللہ قرار دی جانے لگے۔ بہرحال یہ ہیں وہ
مغالطے جو تہہ در تہہ کچھ اغیار کی کرم فرمائی اور کچھ اپنوں کی ستم ظریفی سے ذہنوں میں بیٹھ گئے
ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تصور کو نکھار کر سامنے لایا جائے کہ جہاد فی سبیل اللہ
درحقیقت ہے کیا؟ اور جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ میں فرق کیا ہے؟

میں نے بہت غور کیا کہ ایک عام اردو دان کے لئے وہ لفظ کونسا ہوگا جو اس لفظ
جہاد کے مفہوم کو صحیح صحیح ادا کر دے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ جہاد باب مفاعلہ سے ہے اور
باب مفاعلہ کے اکثر مصادر میں فریقین کی شرکت ہوتی ہے۔ پھر ایک دوسرے پر غالب
آنے کا مفہوم بھی اس میں شامل ہوتا ہے، جیسے بحث سے مباحثہ۔ اس طریقہ سے جہد سے
مجاہدہ اور قتل سے مقاتلہ۔ اسی مجاہدہ سے جہاد اور مقاتلہ سے قتال مصدر بنے۔ قتال میں
بات دو طرفہ ہو جاتی ہے۔ جبکہ قتل یک طرفہ عمل ہے۔ کوئی شخص جا رہا ہے کسی نے گولی
مار دی یا خنجر گھونپ دیا درآں حالیکہ اس کے سان گمان میں بھی نہیں تھا کہ میرے ساتھ یہ

حادثہ ہو جائے گا۔ یہ قتل ہے لیکن جب دو فریق آمنے سامنے ہو کر دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہو جائیں تو یہ اُن کا قتال یا مقاتلہ ہے ان فریقین کے مابین۔ اسی طرح جہد کا عمل ہے' کوشش۔ یہ عام فہم لفظ ہے اور جہد کا لفظ عام طور پر اُردو میں مستعمل ہے لیکن جہاد یا مجاہدہ' اس کے معنی و مفہوم ہوں گے کوششوں کا تصادم، کوششوں کا ٹکراؤ۔ کوششوں کا مقابلہ۔ جس کے لئے ایک لفظ ہوگا، کشمکش۔ انگریزی میں ہوگا "STRUGGLE" اور آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے بعد PREPOSITION کے طور پر AGAINST کا لفظ آتا ہے۔ یعنی کوئی رکاوٹ ہے۔ کوئی چیز درمیان میں راستہ روکنے والی ہے تو STRUGGLE AGAINST ہے درحقیقت جہاد یا مجاہدہ کا صحیح صحیح لغوی مفہوم۔

میں اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے اپنے غور کے نتائج پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جب اس مسئلہ پر غور کیا تو جہاد کے تین بڑے بڑے درجے اور ہر درجہ کے تین پہلو یا تین چھوٹی تقسیمیں ہیں جو میرے سامنے آئی ہیں، میں ان کو اہلِ علم کے سامنے ان کی تائید و توثیق یا اصلاح کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ میں قرآنِ مجید کا ادنیٰ طالب علم ہوں، مجھے اہلِ علم سے رہنمائی حاصل ہونے پر دلی مسرت ہوگی۔ میں خلوصِ دل سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مجھ پر میری غلطی واضح کر دی جائے تو میں سرِ تسلیم خم کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی تردّد نہیں کروں گا، بلکہ غلطی کی نشان دہی کرنے والے صاحب کا صمیمِ قلب سے احسان مند ہوں گا۔

میرے نزدیک یہ تین بڑے بڑے درجے ان بنیادی فرائض سے متعلق ہیں جو ہمارا دین اپنے ماننے والوں پر عائد کرتا ہے۔ پچھلے محاضرات میں، میں نے اس موضوع پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی تھی۔ دین کی طرف سے ہر مسلمان پر جو تین بنیادی فرائض عائد ہوتے ہیں ان کی بنیادی تفہیم کے لئے ایک تین منزلہ عمارت کی تمثیل یا تشبیہ بہت ہی مفید ہے۔

پہلی منزل ہے خود اللہ کا بندہ بننا۔ اور یہ بندگی ہمہ وجوہ ہوگی، ہمہ تن ہوگی۔ ہمہ وقت ہوگی۔ یہ جزوی نہیں ہوگی۔ قرآن میں فرمایا گیا: يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: وَ أَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ اس رویّہ کا دینی اصطلاح میں نام ہے اسلام۔ سرِ تسلیم خم کرنا۔ گردن نہادن | TO SURRENDER اسی کے لئے مزید دو اصطلاحات ہیں، ایک اطاعت ـــــ مقاومت و مدافعت ترک کر کے برضا و خوشی،

فرمانبرداری قبول کرنا جس کے لئے قرآن مجید میں بار بار حکم دیا گیا : اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ اسے انگریزی میں یوں کہیں گے TO GIVE UP ALL KIND OF RESISTANCE WHOLE HEARTEDLY

دوسرا تقویٰ ۔ اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچنا ۔ اس کی نافرمانی سے باز رہنا ۔ تقویٰ کا حکم قرآن مجید میں بڑی تکرار اور تاکید سے آیا ہے ، اس میں چوٹی کی آیت ہے : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اطاعت و تقویٰ میں مثبت و منفی رویہ سامنے آتا ہے ۔ بات ایک ہی ہے ۔ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں ۔

اس پہلی منزل کے لئے چوتھی اور آخری جامع ترین اصطلاح ہے عبادت ــــــ اس میں اسلام ، اطاعت اور تقویٰ کے تمام مفاہیم آگئے ۔ اس لفظ عبادت کے سمجھنے کیلئے فارسی کے دو الفاظ کو جو اردو میں مستعمل ہیں جمع کریں گے تو مفہوم ذہن نشین ہو جائے گا ۔ وہ الفاظ ہیں بندگی اور پرستش ۔ بندگی غلامی کو کہتے ہیں اس میں اطاعت کا پہلو غالب ہے ۔ پرستش کے معنی ہیں مخلصانہ اور والہانہ محبت ۔ سورۂ زمر میں نبی اکرم کو مخاطب کر کے فرمایا : فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۔ پھر سورۂ بیّنہ میں ان دونوں کو نہایت حسین و جمیل اسلوب بیان میں جمع کر دیا گیا ۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ ط از روئے قرآن مجید جن و انس کی تخلیق کی غایت یہی عبادت رب قرار دی گئی ہے ، بفحوائے آیت مبارکہ : وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ آگے بڑھنے سے قبل میں چاہوں گا کہ اس موقع پر عرض کر دوں کہ اس پہلی منزل کو سر کرنے کے لئے ایک بندۂ مومن کو سہ گونہ جہاد یعنی مجاہدہ و کشمکش کرنی پڑے گی ۔

اس پہلی منزل پر کشمکش کرنی پڑے گی اپنے نفس سے ــــــ نفس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا : اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ ط نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے ۔ اَمَّارَۃ اسے مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ یعنی بہت ہی زیادہ اکسانا ۔ نہایت ترغیب دینا ۔ سختی سے حکم دینا ۔ لہٰذا اللہ کا بندہ بننے کے لئے پہلی کشمکش خود اپنے نفس کے ساتھ کرنی پڑے گی چنانچہ جب حضورؐ سے سوال کیا گیا اَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ تو آپؐ نے فرمایا : اَنْ تُجَاھِدَ نَفْسَکَ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ ۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آں حضورؐ نے فرمایا

جَاھِدُوا اَھْوَآءَکُمْ کَمَا تُجَاھِدُوْنَ اَعْدَآءَکُمْ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے: اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ۔ سفر تبوک سے واپسی پر حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: رَجَعْتُمْ مِّنَ الْجِہَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِہَادِ الْاَکْبَرْ پس پہلی کشمکش ہر اس شخص کو اپنے نفس سے کرنا ہوگی جو واقعتاً اللہ کا بندہ بننا چاہتا ہے اسی نفس کے متعلق مولانا رومؒ نے کیا خوب بات کہی ہے ؎

نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست ٭ لیک او را عون، ایں را عون نیست

میرے پاس لاؤ لشکر نہیں ہے۔ میں زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ورنہ میرا نفس اندر سے وہی کچھ دعویٰ کر رہا ہے جو فرعون نے کیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا، ملک مصر کے بارے میں: وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ۔ میرا وجود ہے، میرا نفس اس پر حکومت کا دعویدار ہے۔ پس پہلی کشمکش، پہلا جہاد، پہلا اور سب سے بڑا مجاہدہ مع النفس ہے۔ جس نے اس منزل کو سر نہیں کیا، وہ اگر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو میرے نزدیک اس کیلئے ہلکے سے ہلکا لفظ حماقت ہے۔ اس کشمکش کے ساتھ ہی دو چیزیں مزید ہیں۔ یہ سہ گونہ کشمکش ہوگی۔ اس نفس کو تقویت دینے کے لئے ایک طاقت موجود ہے، وہ ہے شیطان لعین اور اس کی صلبی و معنوی ذریت۔ اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اس نفس کو تقویت پہنچائے اس میں پھونکیں مارے۔ اس میں جتنے بھی سفلی محرکات ہیں انہیں مشتعل کرے۔ ایک حدیث کی ابتداء میں الفاظ آتے ہیں: اِنَّ اِبْلِیْسَ لَہٗ خُرْطُوْمٌ کَخُرْطُوْمِ الْکَلْبِ وَاضِعُہٗ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ یُذَکِّرُ الشَّھَوَاتِ وَاللَّذَّاتِ وَیَأْتِیْہِ بِالْاَمَانِیِّ وَیَأْتِیْہِ بِالْوَسْوَسَۃِ عَلٰی قَلْبِہٖ لِیُشَکِّکَہٗ فِیْ رَبِّہٖ۔ ایک دوسری متفق علیہ حدیث ہے: اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ۔ قرآن مجید میں مختلف اسالیب سے بے شمار مقامات پر شیطان کے اغواء اور فریب سے خبردار اور متنبہ کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا۔ لوگو! شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن سمجھو، دشمن جانو اور سورۃ کہف میں بڑا پیارا انداز ہے۔ اس میں آپ ایک لطیف سا طنز پائیں گے۔ اس آیت کو میں جب بھی پڑھتا ہوں تو مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ فرمایا: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۔" اور یاد کرو جب

ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ سو اس نے اپنے رب کے حکم سے رُوگر دانی کی، وہ حد سے نکل گیا۔" اب اِس آیت کا اگلا حصّہ ہے جس کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں "کیا تم مجھے چھوڑ کر اس شیطان لعین اور اس کی ذریت کو اپنا دوست اور حامی بنا رہے ہو حالانکہ وہ تمہارے ازلی دشمن ہیں۔ اور کیا ہی بُرا بدل ہے جو اِن ظالموں کو نصیب ہوا"۔ پس کشمکش ہوگی، مجاہدہ ہوگا شیطان اور اس کی صلبی و معنوی ذریت کے ساتھ اور اس کو شکست دینا ہوگی۔ اِس لفظ شکست سے میرا ذہن اچانک علامہ اقبالؒ کے فارسی کلام میں ان کی نظم "نالۂ ابلیس" کی طرف منتقل ہوا جو مجھے بہت ہی پسند ہے۔ اس کے چند اشعار آپ کو سناتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے کہ پروردگار! یہ انسان تو میری چوٹ کا نہیں، میرے مقابلے کا نہیں۔ ایک مشتِ خس ہے جس کے لئے میری ایک چنگاری کافی ہے۔ اس انسان کو اگر سُوکھی گھاس ہی بنانا تھا تو مجھ میں اس قدر تیز و تند آگ رکھنے کا کیا فائدہ ہوا؟

ابنِ آدم چیست یک مشتِ خس است ٭ مشتِ خس را یک شرار از من بس است
اندریں عالم اگر جز خس نبود ٭ ایں قدر آتش مرا دادن چہ سُود؟

نظم کا آخری شعر تڑپا دینے والا ہے

اَے خدا یک زندہ مردِ حق پرست
لذّتے شاید کہ یابم در شکست!

"الٰہا! کوئی تو زندہ مردِ حق پرست ایسا ہو جو مجھے شکست دے دے۔ تاکہ مَیں بھی تو کبھی شکست کی لذّت آشنا ہو سکوں"۔ تو دوسری کشمکش اور دوسرا مجاہدہ یہ ہوگا۔

تیسری کشمکش ایک بگڑے ہوئے معاشرے کا جو سماجی دباؤ (SOCIAL PRESSURE) ہے، اس سے ہوگی۔ معاشرہ کا دباؤ آپ کو ایک خاص رخ پر دھکیلے گا۔ اس لئے کہ ایک ہجوم جس سمت میں جا رہا ہو اس سمت میں چلنا بہت آسان ہے آپ کو کوئی زور نہیں لگانا پڑے گا وہ آپ کو خود دھکیل کرلے جائے گا۔ لیکن اس کی مخالف سمت میں چلنا بہت مشکل ہے۔ ع۔ زمانہ با تو نسازد تُو با زمانہ بساز۔ اس طرح کوئی تصادم نہیں ہوگا۔ کوئی کشمکش نہیں ہوگی۔ کوئی FRICTION نہیں ہوگی۔ دنیوی نقطۂ نظر سے عافیت اس میں ہے، چین ہے، سکون سے زندگی بسر ہوگی کہ زمانہ تم سے موافقت

نہیں کر رہا تم زمانے کے ساتھ موافقت کر لو۔ لیکن غیرت وحمیت کا تقاضا بالکل برعکس ہے ع۔ زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ ستیز۔ زمانہ تم سے موافقت نہیں کرتا تو تم اس سے لڑو۔ پس پہلی منزل پر تین اطراف وجوانب میں یہ تین کشمکشیں ہیں جو ہر اُس شخص کو کرنی ہوں گی جو واقعۃً اللہ کا بندہ بننے کا ارادہ اور عزم رکھتا ہو۔

دوسری منزل ہے اس دین کو عام کرنا، دوسروں تک پہنچانا۔ اسے پھیلانا۔ اس کے لئے چار اصطلاحات اہم ہیں۔ پہلی دو اصطلاحات ہیں تبلیغ و دعوت۔ یہ بھی اطاعت و تقویٰ کی طرح تصویر کے دو رخ ہیں جس طرح وہ دو الفاظ مثبت و منفی مفہوم کے حامل ہیں۔ بات ایک ہی ہے جیسا کہ مَیں نے عرض کیا تھا کہ اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونا اور کاربند رہنا، اطاعت ہے۔ اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچنا تقویٰ ہے۔ اسی طرح تبلیغ پہنچانا ہے اور دعوت لوگوں کو کھینچ کر راہِ حق پر لے آنا ہے۔ یہ بھی ایک ہی عمل کے دو رُخ ہیں۔ تبلیغ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تاکیدی حکم آیا: یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں امت کو جو آخری تاکیدی حکم دیا وہ اسی تبلیغ کا تھا، فرمایا: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ؕ مزید برآں حضورؐ نے یہ فرما کر ہر مسلمان کے لئے فریضۂ تبلیغ آسان ترین فرما دیا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً ؕ دعوت کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکیدی حکم ہوا، اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ یہ بڑی مہتم بالشان آیت ہے۔ اس پر مَیں آگے کچھ عرض کروں گا۔ یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ اس آیت میں دعوت کی تین سطحیں (LEVELS) بیان ہوئی ہیں۔ دعوت کیلئے مزید ایک اٹل اور رہنما اصول اس آیتِ مبارکہ میں بیان کر دیا گیا: وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ؕ دعوت اللہ کی طرف ہو، اس کے ساتھ ہی داعی کی سیرت و کردار عمل صالح کا مظہر ہو۔ مزید برآں وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے مسلمان کہلائے۔ کسی فقہی مسلک کی طرف نہ دعوت ہو اور نہ ہی اس کا لیبل چسپاں ہو، جو شخص اللہ کی طرف دعوت دے اس سے بہتر بات اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ مَیں نے پہلی اور دوسری منزل سے متعلق جن اصطلاحات کا ذکر کیا ہے اُن کے متعلق مَیں عرض کر چکا ہوں کہ عام طور پر یہ باتیں لوگوں بالخصوص اہلِ علم کے سامنے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان پر عمل پیرا ہیں

یا نہیں۔ اگر ہیں تو ان کا تناسب کیا ہے! اسی دوسری منزل کے لئے دو اصطلاحات مزید ہیں جو بڑی اہم ہیں لیکن ان کا ادراک و شعور قریباً معدوم کے درجے میں آ گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں الا ماشاء اللہ چند ہی لوگ ہوں گے جو اُن کی اہمیت کو سمجھتے اور جانتے اور اس پر عمل کرتے ہوں گے۔ ان میں تیسری اصطلاح ہے: اَمر بالمعروف وَنَھی عَنِ المُنکَر نیکیوں کا پرچار، ان کی تلقین، ان کا حکم اور برائیوں سے، بدی سے لوگوں کو روکنا۔ بدی اور برائی کے راستہ میں آڑے آنا۔ ہماری ایک دینی تحریک میں امر بالمعروف پر ایک درجہ میں عمل بھی ہو رہا ہے تو اس میں نہی عن المنکر سے صرفِ نظر ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں نہی عن المنکر پر زیادہ زور ہے EMPHASIS ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے:

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ ایک اور حدیث کے آخر میں الفاظ آئے ہیں: وَمَا وَرَآءَ ذٰلِکَ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ (اے مسلمانو!) تم میں سے جو کوئی منکر دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ یعنی طاقت سے روکے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے یعنی نصیحت و تلقین کرے۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو (کم از کم) دل میں اس پر کڑھے دل میں پیچ و تاب کھائے اور یہ کمزور ترین ایمان (کی نشانی) ہے۔" دوسری حدیث کے آخری حصہ کی ترجمانی یہ ہے کہ "اگر دل میں کڑھن بھی نہ ہو، احساسات میں غم و غصے کی کیفیات بھی پیدا نہ ہوں تو جان لو کہ تمہارے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔"

ہمارے اس دَور کے لحاظ سے، مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث بہت اہم ہے: توجہ سے سنیئے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا

مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّتِہٖ قَبْلِیْ، اِلَّا کَانَ لَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ۔

**ترجمہ:** مجھ سے پہلے جس نبیؐ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اس کے اپنی امت میں ایسے حواری اور ساتھی ہوا کرتے تھے جو اُس نبی کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر اُن حواریین کے بعد ایسے نالائق جانشین آتے تھے جو اپنے قول پر عمل نہیں

کہتے تھے اور وہ کام کیا کرتے تھے جن کا انہیں (اللہ کی طرف سے) حکم نہیں ہوا کرتا تھا تو ایسے لوگوں سے جو ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ (بھی) مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے تو وہ (بھی) مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے تو وہ (بھی) مومن ہے اور اس کے درے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے"۔ یہ ہے نہی عن المنکر کی ہمارے دین میں اہمیت۔ یہ فتویٰ ہے حقیقی مفتیٔ اعظم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اُن کا فتویٰ (نعوذ باللہ) کون رد کرے گا؟ اگر رد کرے گا تو کیا اس کا ایمان سلامت رہ جائے گا!

اس دوسری منزل کے لئے چوتھی جامع ترین اصطلاح ہے 'شہادت علی الناس'۔ جیسے پہلی منزل کے لئے جامع ترین اصطلاح میں نے عبادت بیان کی تھی، دوسری منزل کیلئے شہادت علی الناس جامع ترین اصطلاح ہے۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ لہٰذا آپ کی امت بھی آخری امت ہے۔ یہ امت اس لئے برپا کی گئی ہے کہ تا قیام قیامت یہ امت نوعِ انسانی پر حق کی اپنے قول وعمل سے شہادت دے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ "اور اس طرح (اے مسلمانو!) ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم نوعِ انسانی پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں"۔ سورۂ حج کے آخری رکوع کی آیت، اس موضوع پر بڑی عظیم آیت ہے۔ یہاں عکسی ترتیب آئی ہے۔ یہاں پہلے رسول کا پھر امت کا ذکر ہے، فرمایا: وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ "اور جہاد کرو اللہ کے لئے جیساکہ اور جتناکہ اس کے لئے جہاد کا حق ہے"۔ اور ذرا احساس تو کرو، اپنے آپ کو پہچانو تو سہی۔ اُس نے تمہیں چُن لیا ہے، پسند کر لیا ہے۔ تمہارا خاص مقصد کے لئے SELECTION ہو گیا ہے۔ درمیان میں ایک SUBORDINATE ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ ھٰذَا۔ اس کے بعد اِجتبیٰ کا مقصد بیان ہوا: لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ "تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم پوری نوعِ انسانی کے لئے گواہ بن جاؤ، لوگوں پر اپنے قول وعمل سے حق کی شہادت دے کر حجت قائم کرو تاکہ قیامت کے دن عدالتِ خداوندی میں گواہی دے سکو TESTIFY کرسکو کہ پروردگار ہم نے تیرا دین ان تک پہنچا دیا تھا"۔ شہادت علی الناس وہ اصطلاح ہے کہ یہاں آکر امتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تعلق کارِ رسالت

سے جُڑ جاتا ہے چونکہ آں حضورؐ آخری نبی اور آخری رسُول ہیں۔ اب یہ آپ کی امت کی ذمہ داری
کہ تبلیغ کے ذریعہ، دعوت کے ذریعہ اور اپنے قول و عمل کی ہم آہنگی اور یکسانی کی شہادت
کے ذریعہ دین الحق کو بالفعل قائم کرکے اس کی برکات کے ذریعہ لوگوں پر حجت قائم کرے۔ اس
شہادت کی اہمیت کا اندازہ سورۃ النسآء کی اس آیت سے لگائیے، فرمایا: فَكَيْفَ إِذَا
جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ "اُس دن کیا ہوگا؟ جس
دن ہم ہر امت پر ایک گواہ کھڑا کریں گے اور اے نبیؐ! ان سب پر آپؐ کو گواہ بنا کر لائیں گے"
عدالتِ خداوندی میں رسول دراصل استغاثہ کے گواہ ہوں گے، وہ کہیں گے اے پروردگار
ہم نے تیرا پیغام اپنے قول و عمل سے شہادت دیتے ہوتے بنی نوعِ انسان تک پہنچا کر ان
پر حجت قائم کردی۔ شہادت علیٰ النّاس کی ذمہ داری کی نزاکت کو سمجھ لیجئے۔ اگر بالفرض رسول
کا پیغام نہ پہنچاتے تو اللہ کے یہاں وہ مسئول ہوتے۔ انہوں نے پہنچا دیا تو وہ بری ہوگئے۔ اب
لوگ جواب دہ ہوں گے۔[1] نبی اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ کے مجمع سے گواہی
لے لی۔ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اور پورے مجمع نے بیک زبان ہوکر گواہی دی: قَدْ بَلَّغْتَ
وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ۔ تین بار یہ سوال و جواب ہوئے۔ اس کے بعد حضورؐ نے آسمان کی طرف یعنی
کی طرف اپنی انگشتِ مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ
امت کا اجتباء جہاں بہت بڑا اعزاز ہے وہاں بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر امت نے
اس شہادت علیٰ النّاس کا فریضہ انجام نہیں دیا تو بنی نوعِ انسان کی گمراہی کے وبال سے
عدالتِ خداوندی میں بچنا محال ہوجائے گا اور نبی اکرمؐ کی گواہی ہمارے خلاف ہوجائے گی
اِس تبلیغ و دعوت کے بھی تین LEVELS ہیں جن کو سمجھنا ضروری ہے، یہ
ہوسکتا ہے کہ ہم اس مغالطہ میں مبتلا رہیں کہ ہم تو تبلیغ کا حق ادا کر رہے ہیں، درآں حالیکہ
صورتِ تبلیغ ہو، حقیقی تبلیغ نہ ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ الحمد للہ اس دَور میں ایک خاص سطح

---

[1] یہی بات سورۃ اعراف میں اس اسلوب سے بیان فرمائی:۔
فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝ "پس یہ لازماً ہوکر رہنا ہے
کہ ہم ان لوگوں سے باز پرس کریں جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور رسولوں سے بھی پوچھیں کہ
(انہوں نے ہمارا پیغام پہنچا دیا تھا کہ نہیں) اور ان کو کیا جواب ملا۔ (مرتّب)

تبلیغ و دعوت کے لئے ایک بہت وسیع حرکت ہو چکی ہے۔ اس کے VOLUME کا جہاں تک تعلق ہے وہ بڑا متاثر کن ہے۔ میرا اپنا محتاط اندازہ یہ ہے کہ کم از کم ایک لاکھ افراد اس گلوب پر ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں۔ لیکن میں پوری ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ عرض کروں گا کہ تبلیغ اور دعوت کے لئے اگر ہم نے قرآنی ہدایات کو اپنا امام نہ بنایا اور اُن کے مطابق کام نہ کیا جا سکا تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ اس ضمن میں مَیں وہی آیات دوبارہ پیش کرتا ہُوں جو مَیں پہلے آپ کو سنا چکا ہُوں۔ پہلی آیت ہے: یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط تبلیغ کا اصل محور و مرکز قرآن مجید ہونا چاہئے۔ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے وہ قرآنِ مجید ہے: بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ط پھر حضورؐ کے ارشادِ مبارک نے ہر مسلمان کے لئے قرآنِ حکیم کی تبلیغ کے کام کو آسان بنا دیا ہے، بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً ط "پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت پہنچاؤ" یہاں "عنّی" کا لفظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ یہ لفظ یہاں جس معنی و مفہوم کا حامل ہے، اسے انگریزی میں ادا کیا جائے تو وہ ہو گا ON MY BEHALF۔ قرآنِ مجید کی تبلیغ کی اصلاً ذمہ داری ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چنانچہ اسی آیتِ مبارکہ کے اگلے حصہ میں فرمایا: وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط اور اگر آپ نے (بالفرض) یہ کام نہیں کیا تو آپؐ نے تبلیغِ رسالت کا حق ادا نہ کیا۔" مَیں نے ترجمہ میں لفظ بالفرض کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ نبی اکرمؐ کے متعلق ذرا سا یہ گمان کہ آپ قرآنِ حکیم کی تبلیغ میں کوتاہی فرمائیں گے، ایمان کے منافی ہو جائے گا۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ یہ اسلوبِ بیان درحقیقت امت کے انتباہ WARNING کے لئے اختیار فرمایا گیا ہے کہ کہیں وہ اِس ذمہ داری سے غافل نہ ہو جائے جو پوری امت پر بحیثیتِ کل اور ہر مسلمان پر بحیثیتِ امتیِ رسولؐ عائد ہوتی ہے۔ دوسری آیت جس کی تفصیل مَیں نے مؤخر کر دی تھی، اس کے حوالے سے دعوت کی تین سطحوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ آیتِ مبارکہ ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط "(اے نبیؐ!) دعوت دو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت و دانائی کے ساتھ اور عمدہ وعظ و نصیحت کے ساتھ اور (ہٹ دھرم، ضدی اور حجتی) لوگوں کے ساتھ مجادلہ کرو، اس طریق پر جو بہت ہی عمدہ ہو۔" ہر دَور اور ہر معاشرے میں آپ کو لوگوں کی تین سطحیں ملیں گی۔ ایک سب سے بلند سطح کے لوگ ہوتے ہیں، INTELLECTUAL MINORITY، ذہین اقلیت۔ اسی

INTELLIGENTSIA بھی کہتے ہیں۔ یہی BRAIN TRUST کہلاتا ہے۔ یہ طبقہ MINUTE MINORITY میں ہوتا ہے۔ لیکن یہی طبقہ معاشرے میں مؤثر ترین ہوتا ہے اور معاشرے کا رخ متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جیسے میرے جسم میں دماغ ہے جو وزن کے لحاظ سے کم و بیش آدھ سیر کا ہوگا، لیکن یہ میرے پورے وجود اور میرے پورے تن و توش کو کنٹرول کرتا ہے۔ ہاتھ پکڑ سکتا ہے لیکن کس شے کو پکڑے، کس کو نہ پکڑے، اس کا وہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ ٹانگیں مجھے لے کر چل سکتی ہیں لیکن کس سمت میں چلیں، کس میں نہ چلیں اس کا فیصلہ دماغ کرتا ہے۔ اسی طرح معاشرے کا رخ درحقیقت INTELLECTUAL MINUTE MINORITY کرتی ہے۔ اس کو جب تک دعوت دینے کا تقاضا دلیل کے ساتھ، برہان کے ساتھ پورا نہیں کیا جائے گا۔ یہ طبقہ کوئی اثر قبول نہیں کرے گا۔ جیسے قرآن یہود کو کھلا چیلنج کرتا ہے: قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ اگر اس INTELLECTUAL MINORITY کو اعلیٰ علمی و فکری سطح پر مدلل طور پر آپ دین کی دعوت پیش نہیں کریں گے تو یہ ذہین اقلیت متاثر نہیں ہوگی۔ آپکو اسے BY PASS کرنا ہوگا اور BY PASS دل کے آپریشن میں بہت مفید ہوتا ہے، لیکن اسلامی انقلابی عمل میں بہت خطرناک ہوتا ہے۔ عوامی سطح پر بات پھیلتی چلی جا رہی ہے لیکن اگر ذہین اقلیت میں وہ بار نہیں پا رہی تو کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، اجتماعی سطح پر کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ لہٰذا یہاں ہدایت آئی: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ۔ اس حکمت کے ساتھ جس کے متعلق ایک مقام پر فرمایا: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ "اور جس کو حکمت، دانائی ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی، بہت خیر مل گیا" مجھے بڑا افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے یہاں 'حکمت' کو حکمتِ عملی کے معنی میں لے کر اس آیتِ مبارکہ کی بڑی حق تلفی کی ہے۔ حکمتِ عملی بالکل دوسری چیز ہے۔ اگرچہ یہ بھی یقیناً مطلوب شئے ہے لیکن یہاں جس شان کے ساتھ یہ لفظ آیا ہے درحقیقت اس کا مفہوم حکمتِ عملی نہیں ہے بلکہ براہین کے ساتھ دلائل کے ساتھ دانائی کے ساتھ اس دعوت کو پیش کرنا ہے۔ اگر سوسائٹی کی ذہین اقلیت کو اس وقت اور اس دور کی اعلیٰ علمی و فکری سطح پر دعوت پیش نہ کی جائے تو معاشرہ بحیثیتِ مجموعی کبھی متاثر نہیں ہو سکتا۔ دوسری سطح ہے عوامی۔ ان کو دعوت ہوگی عمدہ وعظ اور دل نشین نصیحت کے ذریعے۔ ان عوام کو کسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کے لئے ضرورت ہے موعظہ حسنہ کی، وہی اُن کے لئے کفایت کرے گی۔

اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ یہاں تک دوسری سطحوں کا بیان ہوگیا البتہ دوسری سطح کے لئے یہ بات نہایت اہم ہے کہ سننے والے یہ محسوس کریں کہ جو وعظ کر رہا ہے وہ ہم پر اپنی دینداری، علمیت اور شخصیت کی دھونس نہیں جمانا چاہتا، بلکہ مخلص ہے۔ وہ ہماری خیر خواہی کے لئے بات کہہ رہا ہے، اسے کسی دنیوی اجر اور صلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ساتھ ہی انہیں یہ اعتماد ہو کہ یہ بہر دپیا نہیں ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ والا معاملہ نہیں ہے بلکہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے اپنی ذاتی اور نجی زندگی میں اس پر خود بھی عمل پیرا ہے۔ یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں، ایک موعظۂ حسنہ دوسرے واعظ کا اعلیٰ کردار تو معاملہ ہوگا، 'از دل خیزد بر دل ریزد' اور ______

ع ۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ یہ ہے عوامی سطح پر دعوت و تبلیغ۔

مَیں جانتا ہوں کہ اِس دَور میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ایک بڑے طبقے میں عام طور پر وعظ کو ایک گالی کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ بڑے ہی استحقار کے انداز میں کہا جاتا ہے "اجی وعظ کہہ رہے ہیں!" حالانکہ وعظ بڑی عظیم اور مؤثر شئے ہے اور قرآنی اصطلاح ہے لیکن اس کا ایک مقام، ایک جگہ ہے جہاں یہ تاثیر دکھاتا ہے۔ غیر موقع اور بے محل یہ عمل ہوگا تو غیر مؤثر رہے گا۔ وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهٖ یہ ہے ظلم۔ اِن عوام کو آپ فلسفہ پڑھائیں گے تو حماقت ہوگی اور اُن INTELLECTUALS کو آپ وعظ پلائیں گے تو یہ کام بھی غیر معقول ہوگا۔ ہر شے کو اپنی جگہ پر رکھنا ہی عدل ہے۔ تیسری سطح ہے جو ہر معاشرے میں موجود ہوگی وہ اُن لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو ہٹ دھرم ہوتے ہیں جو کبھی مان کر نہیں دیں گے۔ جن کے اپنے مفادات ہوتے ہیں جن کی CO-OPERATIVE SOCIETIES بنی ہوتی ہیں۔ جن کے VESTED INTERESTS ہوتے ہیں جو اپنے مفادات کی وجہ سے کور بینا ہو چکے ہوتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات علیٰ وجہ البصیرت لوگوں کو گمراہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر اِن لوگوں کے زہر کا تریاق فراہم نہ کیا جائے تو یہ عوام الناس کو گمراہ کرتے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں مناظرہ کا فن وجود میں آیا۔ پھر اس نے باقاعدہ ایک خاص ٹیکنیک اور SPECIALIZATION کی شکل اختیار کی۔ موجودہ دَور میں کچھ لوگوں نے اسے پیشہ ہی بنا لیا تو اس میں چند خرابیاں آئیں۔ مجمعِ عام ہے، داد مل رہی ہے، تحسین ہو رہی ہے، تالیاں بج رہی ہیں، نعرے لگ رہے ہیں۔ گویا اتنی بڑی جیوری JURY

ہے جس کے سامنے دو پہلوان عقلی کشتی لڑ رہے ہیں۔ یہ بات علیحدہ ہے۔ لیکن قرآن مجید جسے مجادلہ کہتا ہے' وہ احسن طریق پر محکم دلائل اور براہان کے ساتھ ہونا ضروری ہے، دعوت کی یہ تیسری سطح لازمی ہے۔ اگر یہ آپ نہیں کریں گے تو اغیار سے شکست کھائیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاشرے میں عیسائیت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ ہم کوئیں کے مینڈک کی طرح ایک ہی دائرے میں چکر لگاتے رہے اور فقہی تعبیرات، راجح و مرجوح، افضل و مفضول کے ردّ و قبول میں آپس ہی میں مناظرے اور دنگل جماتے رہے اور جما رہے ہیں جبکہ اندر ہی اندر عیسائیت دیمک کی طرح ہمارے معاشرے کو کھاتی چلی جا رہی ہے۔ اسی طرح دعوتی سطح پر اس دور میں قادیانیت بہت فعّال ہوگئی ہے۔ میں اُس کا اِس اعتبار سے اِس وقت ذکر کرنا نہیں چاہتا کہ اس کا موجودہ سیاسی صورتِ حال سے کیا تعلق ہے۔ یہ پلیٹ فارم وہ نہیں ہے کہ اِس موضوع پر گفتگو ہو۔ لیکن اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِس وقت قادیانیت جارحانہ انداز میں بہت فعّال ہے[1] اور یہ بات جان لیجئے کہ ایک عام آدمی تو کجا اچھا بھلا پڑھا لکھا بلکہ عالمِ دین بھی ان کے مناظرین و مبلّغین کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ الّا ماشاء اللہ۔ جب تک جس طرح خاص خاص موضوعات پر اِن قادیانی مناظرین و مبلغین کو TRAIN کیا گیا ہے۔ اس کے ردّ اور ابطال کے لئے اسی طرح ہمارے ذہین و فطین لوگوں کو ٹریننگ نہ ملے۔ ایک وقت میں جب یہاں انگریز کی حکومت کی سرپرستی میں بڑے زور شور کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ شروع ہوئی تھی اور پادری فینڈر نے برِصغیر میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اگر اُس وقت، وہ مردِ حق کھڑا نہ ہوگیا ہوتا جن کا نامِ نامی مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہے، رحمۃ اللہ علیہ۔ تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہندوستان میں مسلمان کس طرح عیسائیت کے اس سیلاب کی نذر ہو جاتے۔ اس پادری فینڈر نے پورے ہندوستان کے علماء کو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر، OPEN CHALLENGE THROW کیا۔ مبارزت طلبی کی، للکارا۔ مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ خم ٹھوک کر میدان میں آئے اور پادری فینڈر کو میدان چھوڑ کر ہندوستان سے بھاگنا پڑا۔ پھر وہ ترکی پہنچا وہاں بھی اس نے یہی ہتھکنڈے شروع کئے۔ عثمانی سلطنت نے مولانا کیرانویؒ کو ترکی آنے کی دعوت دی۔ مولاناؒ جب وہاں پہنچے تو پادری فینڈر وہاں سے بھی فرار ہوگیا۔ تو دعوت کی یہ بھی ایک سطح ہے یہ تیسری سطح ہے۔ کچھ لوگ اس کا تحقیر کے انداز میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی کرنے کا کام ہے۔ اگرچہ قرآن اس

---

[1] یہ تقریر قادیانیوں کے بارے میں صدارتی آرڈیننس سے قبل کی ہے (مرتب)

بن ہیں ایک امتیازی اخلاقی معیار قائم رکھنے کا حکم دے رہا ہے ؛ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اس مجادلے میں بھی بالکل ان کی سطح پر نہ اتر آؤ۔ تمہارا داعیانہ کردار اور اس کی ایک اخلاقی شان ضرور رہنی چاہیئے۔ ظاہر بات ہے کہ ایک شخص ان تینوں سطحوں پر کام نہیں کر سکتا۔ ہر کام کے اپنے اپنے تقاضے ہیں۔ جو سب سے اونچا کام ہے۔ اس کے لئے اس دور میں جس کی ضرورت ہے اس کو میں ایک لفظ میں ادا کروں تو وہ ہے "علم کو مسلمان بنانا" علم ملحد ہو چکا ہے اس کے بارے میں بڑی پیاری بات علامہ اقبالؒ نے کہی ہے ؎

عشق کی تیغ ِجگر دار اڑا لی کس نے ؛ علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

معرفتِ خداوندی کی تلوار اس علم کی نیام میں سے نکلی ہوئی ہے۔ یہ خالی خول ہے بلکہ صرف یہ نہیں ہے بلکہ اس میں الحاد کا خنجر اس تلوار کی جگہ پیوست کر دیا گیا ہے۔ اس علم کو مسلمان بنانا آسان نہیں ہے۔ لوگ نظامِ تعلیم کی بات کیا کرتے ہیں۔ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ نظام اتنی بڑی بات نہیں ہے یہ تو ایک تعلیم دینے کا ذریعہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی علم کہاں ہے جسے پہنچایا جائے۔ محض دینیات کا ایک گھنٹہ یا اسلامیات کا ایک شعبہ قائم کرنے سے کام نہیں چلے گا جبکہ طبیعیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات اور دوسرے موجود علوم جو ایک طالب علم حاصل کر رہا ہے۔ ان کی رگ وپے میں الحاد اور مادہ پرستی رچی بسی اور سرایت کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ کہا تھا ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا ؛ کہاں سے آئے صدا لآ اِلٰہ اِلاَّ اللہ

پورے علم کی توحید کی بنیاد پر جب تک تدوینِ نو نہیں ہوگی، تمام علوم کو جب تک مسلمان نہیں بنایا جائے گا، ہماری نئی نسل کے اذہان کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ممکن نہیں ظاہر بات ہے کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ جب تک سینکڑوں اور ہزاروں اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والے نوجوان خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔ کو اپنا اصولِ عمل MOTTO بنا کر میدان میں نہیں آئیں گے اور اُن کو اداروں اور حکومت کی جانب سے مناسب ذرائع مہیا نہیں کئے جائیں گے اس وقت تک یہ کام کیسے ہوگا۔ ہاں وعظ کی سطح پر ہمیں زیادہ جوہرِ قابل TALENT مل سکتا ہے۔ رہا مجادلہ کی سطح پر افراد کی ضرورت تو اس کیلئے خصوصی تربیت گاہوں کی ضرورت ہے۔ میں نے صاف صاف عرض کیا تھا کہ ایک شخص یہ تینوں کام انجام نہیں دے سکتا۔ ہمیں درجہ بندی GRADATION کرنا ہوگی۔ اب تینوں

سطح پر کام کرنے کے لئے وہ باصلاحیت نوجوان جن کے دل میں واقعی دین کا کام کرنے کی تڑپ ہے، ولولہ ہے، امنگ اور جذبہ ہے، وہ آگے بڑھیں، ان اعلیٰ وارفع مقاصد کے لئے اپنا دنیوی کیرئیر قربان کریں اور اپنی جانیں ان مقاصد کے حصول میں کھپائیں جب ہی جاکر یہ کام ہوگا اور یہ ہے جہاد فی سبیل اللہ کی دوسری منزل۔ دین کی تبلیغ اور دعوت کے لئے مال وجان کو ان تینوں سطحوں پر کھپانا۔

میرا بھی ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ عجب حسنِ اتفاق ہے کہ میں نے نہی عن المنکر سے متعلق جو دو حدیثیں سنائی تھیں، ان میں نہی عن المنکر کے کام کی انجام دہی کے لئے تین سطحوں ہی کا بیان ہوا ہے۔ پہلی سطح ہے: بدی اور برائی کو ہاتھ یعنی قوت وطاقت سے روک دینا۔ دوسری: اگر طاقت نہ ہو تو زبان سے، وعظ سے اور تلقین ونصیحت سے اس کو روکنا اس کی مذمت کرنا۔ تیسری: اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اسے برا جاننا۔ اس پر گھٹن محسوس کرنا۔ اس پر پیچ وتاب کھانا اور یہ آخری سطح ایمان کے کمزور ترین ہونے کی دلیل ہے۔ دوسری حدیث میں ان تینوں سطحوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جس رسُول کو بھی اللہ نے مبعوث کیا۔ اُنؑ کی امت میں حواری اور صحابی پیدا ہوئے جو اُنؑ کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامتے تھے، اس پر خود عمل پیرا ہوتے تھے۔ اور اُن کو خلقِ خدا کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آتے تھے کہ جو اُن کو حکم دیا گیا تھا وہ نہیں کرتے تھے اور وہ کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔

اس دوسری منزل کے لئے ایک دوسرا عنوان ہے اور وہ ہے نظریاتی کشمکش۔ یہاں تصادم ہے فکری تصادم۔ اگر آپ توحید کو پھیلانا چاہتے ہیں تو مشرکانہ اوہام رکھنے والے موجود ہیں، ان سے نظریاتی سطح پر تصادم اور مقابلہ ہوگا آپکو WALK OVER نہیں مل جائے گا۔ کس قدر اہم بات ہے، کہ قرآنِ مجید نے یہی لفظِ جہاد مشرک والدین کے لئے دو جگہ استعمال کیا ہے، ایک سورۂ لقمان میں اور دوسرے سورۂ عنکبوت میں۔ جو نوجوان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے تو ان کے مشرک والدین اُن پر دباؤ ڈالتے تھے کہ وہ واپس

اپنے آبائی دین پر آجائیں : وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ معلوم ہوا کہ مشرک بھی مجاہد تھے۔ وہ مجاہد فی سبیل الشرک اور مجاہد فی سبیل الطاغوت تھے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ بھی مجاہد تھے اور وہ تھے مجاہد فی سبیل اللہ اور مجاہد فی التوحید۔ یہ کشمکش آپ کو ہر دَور میں ملے گی اور یہ بات بغیر استثناء کے، حقیقت نفس الامری ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بُولہبی !

(جاری ہے)

Adarts CAR-2/84

# وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ
# فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ
# وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جسمیں جنگ کی بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کیلئے

بڑے فوائد بھی ہیں۔



## اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپرس روڈ - لاہور

توحید فی العلم یا توحید فی المعرفہ اور
توحید فی العمل یا توحید فی الطلب کا

# فریضہ اقامتِ دین

## سے ربط و تعلق

ڈاکٹر اسرار احمد

کے خطاب و درس کی ساتویں قسط

اب آگے اس آیت کریمہ کا نہایت ہی اہم حصہ آرہا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ سورہ شوریٰ کی آیت ۱۵ طویل آیات میں سے ایک ہے اور اس آیت کے ہر حصہ میں معانی و مفاہیم کے سمندر پنہاں ہیں۔ اب اگلے حصہ پر توجہات کو مرتکز کیجئے۔ فرمایا:

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ؕ

"اور مجھے حکم ملا ہے کہ تمہارے مابین عدل قائم کروں"

یہ حصہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی صحیح تفسیر و تعبیر یہ ہے کہ "دین اللہ" درحقیقت اجتماعی نظام عدل و قسط ہے۔ دین اللہ قائم کرنے کا مقصد کیا ہے! وہ یہ ہے کہ انسانوں کے مابین عدل و قسط اور انصاف کا نظام قائم و نافذ ہو۔ تمدن کی جو بھی پیچیدگیاں اور اونچ نیچ ہے، ان سب کو رفع کر کے ایک مبنی بر انصاف نظام قائم ہو، معاشرے کے کسی فرد کے بھی حقوق تلف نہ ہوں۔ معاشرے کا کوئی طبقہ کسی دوسرے طبقہ کا استحصال نہ کر سکے۔ عورت اور مرد کے درمیان توازن ہو اور مبنی بر انصاف توازن ہو۔ سرمایہ اور محنت کے درمیان توازن ہو اور مبنی بر قسط و عدل توازن ہو۔ فرد اور معاشرے کے درمیان توازن ہو اور یہ توازن بھی عدل و

قسط پر مبنی ہو۔ ان تمام اعتبارات سے عدل و قسط قائم کرنا ہی شریعت کا منشأ و مدعا ہے اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے سورۂ حدید کی پچیسویں آیت دیکھئے جس کے آغاز میں فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ " بلاشبہ اور بالتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو بیّنات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ عدل و قسط پر قائم ہو جائیں" قرآن حکیم کی یہ بڑی مہتم بالشان آیتوں میں سے ایک ہے۔ اس میں رسولوں کی بعثت اور ان کو معجزات اور واضح و روشن دلائل دیئے جانے کا مقصد بھی بیان ہوا ہے اور کتب نیز ساتھ ہی میزان یعنی شریعت کے نزول کی غایت بھی واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے۔ ان تمام کی غرض و غایت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ بنی نوع انسان عدل و قسط پر قائم ہوں۔ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ایک ایسا اجتماعی نظام حیات نافذ اور جاری و ساری ہو جو مبنی بر عدل و قسط اور انصاف ہو۔ جس پر کاربند ہو کر کوئی کسی کا خون نہ چوسے، کوئی کسی کا استحصال نہ کرے۔ کوئی کسی کو ناجائز طور پر دبائے نہیں۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے، کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ کوئی کسی پر جور و ستم اور دست درازی نہ کرے۔ لہٰذا صرف دین اللہ اور المیزان یعنی شریعتِ الٰہی کے ذریعے انسان کو وہ معیارِ حق و باطل مل سکتا ہے جو ٹھیک ٹھیک تول کر بتا دے کہ انسانی معاشرے میں حقوق و فرائض کا توازن کیا ہے! نظریات و افکار میں حق کیا ہے! باطل کیا ہے! اخلاق و معاشرت میں طہارت و پاکیزگی کے معیارات کیا ہیں! یہی نظام متعین کرتا ہے کہ عبد و معبود کے درمیان صحیح تعلق کی اساسات کیا ہیں! اس حیاتِ دنیوی کا آخرت کی ابدی زندگی سے ربط و تعلق کیا ہے۔!

**اظہارِ دینِ الحق**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نمائے عرب میں بنفسِ نفیس بالفعل دین اللہ قائم، غالب اور نافذ کر کے دکھا دیا۔ خلافتِ راشدہ میں اسی نظامِ عدل و قسط کے مزید خد و خال نمایاں ہوئے۔ اسی لئے اسے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر جب بیعت خلافت ہوئی تو آپؓ نے جو پہلا خطبہ دیا یعنی POLICY STATEMENT کا اعلان کیا تو اس میں اسی عدل و قسط کے نظام کی وضاحت میں فرمایا کہ ' اے لوگو! میرے نزدیک تم سے ہر قوی کمزور ہو گا جب تک کہ میں اس سے حق وصول نہ کر لوں اور ہر کمزور میرے نزدیک قوی

ہوگا جب تک کہ اس کا حق اسے دلوا نہ دوں ___ پھر یاد کیجئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر کیا ارشاد فرمایا تھا جب اسلام کے نظام عدل وقسط کا جھنڈا عرب وعجم اور شمالی افریقہ کے وسیع علاقوں پر لہرانے لگا تھا اور اللہ کا کلمہ ہی سب سے بلند ہوگیا تھا کہ "عمر کو یہ اندیشہ مضطرب اور بے چین کئے رکھتا ہے کہ اگر کوئی کتا بھوک سے عراق میں ہلاک ہوگیا تو آخرت میں مجھ سے اس کی بازپرس نہ ہو جائے۔ مجھ سے جواب طلبی نہ ہو جائے"۔ جس نظام عدل وقسط میں اس کا سربراہ بھوک سے ایک کتے کے ہلاک ہو جانے پر خوفزدہ اور ہراساں رہتا ہو، اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ انسان کے حقوق کی عدل وانصاف کے ساتھ پاسداری اور ادائیگی کا اس نظام میں کیا مقام ہوگا!! ___ یہاں ایک اور بات نوٹ کر لیجئے جس کو میں پہلے بھی اپنے دروس میں کئی بار بیان کر چکا ہوں کہ قرآن حکیم کا یہ اسلوب ہے کہ اہم مضامین کم از کم دو مرتبہ ضرور بیان ہوتے ہیں۔ سورہ حدید میں تو تمام رسولوں کے ساتھ کتابوں اور میزان کے نازل فرمانے کی غایت اور اس کا مقصد بیان فرمایا گیا کہ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ آگے آپ دیکھیں گے کہ اسی سورہ شوریٰ کی سترھویں آیت میں نبی اکرمؐ پر کتاب یعنی قرآن اور میزان یعنی شریعت کے نزول کا ذکر موجود ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ[1]

پس یہ دین اللہ، یہ شریعت، یہ میزان درحقیقت نظام عدل وقسط ہے۔ یہ عادلانہ ومنصفانہ اجتماعی نظام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو عطا فرماتا رہا۔ اور جس کا اکمال واتمام ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ آج (یعنی نبی اکرمؐ کے توسط سے آپؐ کے زمانہ بعثت میں) میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام بطور دین (نظام حیات) قبول کر لیا ہے"۔

---

[1] سورۂ شوریٰ کی آیت زیر درس میں تو حضورؐ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ 'وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ'، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۸ میں تمام اہل ایمان سے فرمایا گیا: وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ " (اے مسلمانو!) جب بھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"۔ اسی طرح سورۂ نحل کی آیت کے آغاز میں نہایت تاکیدی اسلوب (باقی اگلے صفحہ پر)

## کسی واعظ اور رسولؐ کی دعوت کا فرق

یہاں پر وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ کے ضمن میں ایک بات اور سمجھ لیجئے۔ یہ بھی اہم اور ضروری بات ہے کہ ایک ہوتا ہے واعظ۔ وعظ کہا اور اگلی منزل۔ اگر کوئی پیشہ ور واعظ ہے تو اس کا اصل مقصود و مطلوب یہ ہوتا ہے کہ اس کے وعظ کی دھوم ہو، اس کے زورِ خطابت کی سامعین داد دیں، جہاں جائے لوگ نعروں سے استقبال کریں۔ وہاں گلے میں ہار پڑیں عمدہ سے عمدہ کھانا ملے، بطور نذرانہ خدمت ہو جائے۔ پھر اگلی منزل ہے۔ وہاں بھی وعظ کہا، مطلوب حاصل کیا پھر اگلی منزل ہے ـــــ ایک وہ ہے جو کھڑا ہو جاتا ہے اور منادی کرتا ہے کہ میں وعظ کہنے نہیں آیا نظام عدل و قسط قائم کرنے آیا ہوں۔ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ـــــ اب تو زمین و آسمان کا فرق واقع ہو گیا۔ ناجائز طور سے کمائی کرنے والے اور حرام خوری کرنے والے لوگ اپنی حرام اور ناجائز طریقے سے کمائی ہوئی دولت میں سے کسی واعظ کو کچھ نذرانے کے طور پر دے دیں۔ خوب مرغن کھانا کھلا دیں، ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ نظام وہی رہے گا، نظام پر کوئی آنچ نہیں آنی چاہئیے۔ ہمارے ظالمانہ نظام، ہمارے تشدد، ہمارے استحصال، ہمارے دباؤ، ہمارے مشرکانہ یا مبتدعانہ عقائد، ہمارے جاہلیت پر مبنی رسم و رواج اور ہماری حرام خوریوں پر آنچ نہیں آنی چاہئیے ـــــ ان پر نکیر نہ ہو، ان کو چیلنج نہ کیا جائے۔ نذرانے لے لو، چڑھوائے چڑھ والو، کوئی اور خدمت ہے تو بتاؤ حاضر ہیں۔ چندے لینے ہیں، حاضر ہیں لیکن ہمارے نظام کو مت چھیڑنا۔ لیکن جہاں بات یہ آجائے کہ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ۔ میں صرف وعظ کہنے نہیں آیا ہوں میں نظام عدل و قسط قائم کرنے آیا ہوں۔ میں مامور من اللہ ہوں۔ مجھے تو اس کا حکم ملا ہے۔ لہٰذا جو لوگوں کا طرح طرح سے خون چوس رہے ہیں وہ تو مخالفت کریں گے۔ جن کے مفادات پر زد پڑتی ہو، آنچ آتی ہو وہ کسی طور اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ایک غلط اور ظالمانہ نظام کا جو ناجائز انتفاع ہے جو VESTED INTEREST ہے وہ ختم ہو جائے۔ یہ بات ان کے لئے ہرگز قابلِ قبول نہیں ہو گی۔ وہ اس سے کبھی بھی دست بردار ہونے کے لئے

---

(تسلسل) سے فرمایا گیا: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ "(اے مسلمانو!) اللہ تمہیں (عدل) اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے"۔ (مرتّب)

آمادہ نہیں ہوں گے They can't take it lying down کہ وہ آپ کو موقع دے دیں Walk over دے دیں کہ چلئے آپ نظام عدل و قسط قائم کردیں۔ وہ تو مزاحمت کریں گے، مخالفت کریں گے، اس دعوت کو کچلنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے۔ عدل قائم کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ جن لوگوں کو جو ناجائز مراعات حاصل ہیں، وہ ان سے چھین لی جائیں۔ لہٰذا اب تصادم ہوگا، اب لڑائی ہوگی، اب مقابلہ ہوگا، اب حزب اللہ اور حزب الشیطان آمنے سامنے آئیں گے۔ اب مقاتلہ طے کرے گا کہ کون اپنے موقف میں سچا اور مخلص تھا۔ کون اس کے لئے کتنی قربانیاں دینے کے لئے تیار تھا! اب تو فیصلہ اس طور پر ہوگا۔ پس یہ چیزیں بڑی مختلف ہیں۔ ایک وعظ کی بات ہے، عقیدے کی دعوت ہے، اس کی تبلیغ ہو رہی ہے جیسے عیسائی مشنریز۔ نظام سے ان کو کوئی غرض نہیں، کوئی تعرض نہیں، اس پر کوئی تنقید و نکیر نہیں، تمہارا جو نظام ہے رکھو۔ ملوکیت ہے تو رہے ہمیں اس سے کیا لینا ہے۔ کوئی قوم دوسری قوم پر مستبدانہ طور پر مسلط ہے تو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمیں تو اپنے عقیدے کو پھیلانا ہے۔ وہ بھی اکثر و بیشتر Back Door سے پھیلایا جاتا ہے کہ معاشرے کے گرے پڑے طبقات میں کہیں دودھ اور گھی کے ڈبے بانٹ دیئے کہیں بسکٹ اور اسی نوع کی چیزیں تقسیم کر دیں۔ کہیں ان کے علاج و معالجہ کے لئے ہسپتال قائم کر دیئے۔ کہیں ان کی تعلیم کے لئے مشنریز اسکول اور کالج کا انتظام کر دیا۔ ان طور طریقوں سے ان کے ذہنوں میں اپنا عقیدہ داخل کر دیا۔ باقی اللہ اللہ خیر صلا۔ ان کے پاس نہ کوئی نظام ہے نہ شریعت۔ محض عقیدہ ہے یا چند رسوم (Rituals) ہیں۔ ان کا کام اس پر ختم ہو جاتا ہے کہ پہلے کسی کا نام عنایت اللہ یا کرشن چندر تھا تو ان کے نام عنایت مسیح اور کرشن مسیح میں تبدیل کرا دیئے۔ اور مردم شماری میں ان کا نام و مذہب بدلوا کر ان لوگوں کو مطمئن کر دیا جو اوپر بیٹھے اس کام کے لئے اربوں ڈالر سے بھی زیادہ رقوم کے سالانہ بجٹ فراہم کرتے ہیں۔ تو یہ تبلیغ اور تبلیغ ہے اور ایک تبلیغ وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آنحضورؐ نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ۔ میں تمہارے مابین عدل قائم کرنے آیا ہوں۔ میں مامور من اللہ ہوں۔ میری بعثت کا تکمیلی مقصد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین اور میزان، (شریعت) اللہ کا نازل کردہ وہ نظام عدل و قسط بالفعل

قائم کر دوں کہ جس سے تل کر حق کے مطابق ملے جس کو جو کچھ ملے۔ کوئی شخص اور کوئی طبقہ کسی کے حقوق پر دست درازی نہ کر سکے۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے جو ظالم کا ہاتھ پکڑ لے اور مظلوم کی دادرسی کرے۔ وہ نظام جو عدوان، جور، ظلم اور استحصال سے پاک و صاف نظام ہو — میں محض واعظ بن کر نہیں آیا ہوں ——— آیت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں دعوتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کا انقلابی پہلو کوزے میں سمندر کی مانند سمویا ہوا ہے۔ سیرتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ انقلابی پہلو عموماً لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ حالانکہ آنحضورؐ کی بعثت کی امتیازی شان ہی اللہ کی کبریائی، اس کی حاکمیت پر مبنی نظام عدل و قسط کا قیام اور اس کا غلبہ ہے۔ بالکل آغاز ہی میں آں حضورؐ اس منصب پر فائز فرمائے گئے تھے۔ سورۂ مدثر کی ابتدائی تین آیات ذہن میں لائیے جو اکثر مفسرین کے نزدیک تیسری وحی ہے: یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ یہی بات سورۂ فتح، سورۂ توبہ اور سورۂ صف میں بایں الفاظِ مبارکہ فرمائی گئی: ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔ دنیا میں جو بھی نظام ہائے اطاعت رائج ہیں ان سب پر اللہ کے دین کو غالب کرنا آنحضورؐ کا فرضِ منصبی ہے۔ اپنی حیاتِ طیبہ میں آپؐ نے بنفسِ نفیس جزیرہ نمائے عرب میں بالفعل یہ نظام قائم کر کے اور چلا کے دکھایا۔ اسی انقلابی نظریہ اور دین کو خلافتِ راشدہ نے اس وقت کی معلوم و مہذب دنیا کے بڑے حصہ پر غالب کر دیا ——— اسی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے اس حصہ میں کہلوایا گیا ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ

# حجت بازی سے کنارہ کشی کا اصل الاصول

آگے چلیے۔ ابھی آیت نمبر ۱۵ ابھی چل رہی ہے۔ جس میں پہلے حضورؐ سے فرمایا گیا کہ فَلِذٰلِکَ فَادْعُ۔ یعنی مشرکین کی شدید ترین مزاحمت اور اہلِ کتاب کی بدترین مخالفت کے باوجود آپؐ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت پر مبنی اقامتِ دین کی دعوت دیتے رہیے۔ ان معاندین کی طرف سے جو تشدد اور تعدّی ہو رہی ہے اس پر صبر کیجیے اور اپنے موقف پر مستقیم

رہیئے۔ جمے رہیئے۔ ان کی خواہشات کی قطعی پرواہ نہ کیجیے اور ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور کہدیجئے کہ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ : اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں ــــ آگے آں حضورؐ کو جو کہنے کا حکم آرہا ہے اس حصہ کا بھی تعلق " قُلْ " سے ہے :

اَللّٰہُ رَبُّنَا وَ رَبُّکُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ؕ لَا حُجَّۃَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ ؕ اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا ۚ وَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ؕ ○

"(اے نبی کہدیجئے) اللہ ہی ہمارا رب ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے درمیان کوئی حجّت بازی اور کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو ایک روز جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے ؎"

یہ بات کس سے کہی جارہی ہے! مشرکین سے بھی اور خاص طور پر اہلِ کتاب سے۔ ماقبل آیت میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ لہٰذا قریب تر وہ ہی ہیں۔ ویسے بھی توحید کے وہ مقر، نبوّت ورسالت سے وہ واقف، نبی آخر الزماں کے ظہور و بعثت کے وہ منتظر۔ پھر بھی وہ مخالفت میں پیش پیش۔ اسی لئے ان سے خطاب کرکے سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا: وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ ؕ" اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو ہم نے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر) نازل کی ہے۔ اور جو اس کتاب کی تصدیق وتائید کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے۔ لہٰذا تمہارے لئے یہ بات ہرگز مناسب نہیں بلکہ جائز نہیں کہ تم ہی سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے بنو"۔ تمہارے پاس تورات ہے جس میں ھُدًی وَّ نور ہے۔ اس کے باوجود تم ہمارے رسولؐ کا راستہ روکنے کی کوشش کررہے ہو۔ مشرکینِ مکّہ کی پیٹھ ٹھونک رہے ہو۔ ان کو حجّت کے لئے مواد فراہم کررہے ہو ــــ ان کو ہمارے نبیؐ سے طرح طرح کے سوالات کرنے اور الجھنے کی ترکیبیں سکھا رہے ہو ــــ سن رکھو کہ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ معقول دلائل سے حق تم پر واضح ہو چکا ہے۔ اب اپنے اعمال کا نتیجہ ہمیں ملے گا اور اپنے اعمال کا نتیجہ تم بھگتو گے ــــ ہمارے مابین کسی حجّت بازی اور کج بحثی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ ہم توحید پر کاربند ہیں اور دین ہی کے لئے کام کررہے ہیں تو اللہ عالم الغیب ہے وہ فیصلہ فرمادے اگر خلوص سے ہم توحید پر عمل پیرا ہیں اور اس کے دین توحید کو ایک نظام حیات کی حیثیت

سے قائم کرنے کی جد وجہد کر رہے ہیں تو ہم اللہ سے اجر پالیں گے ـــــ ہم تمہارے اعمال کا اجر نہیں لے سکتے ۔ تم ہمارے اعمال کا اجر نہیں پا سکتے ۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے اعتبار و لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مسئول و ماجور ہوگا ۔ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۔ ہر ذی نفس اپنی کمائی کے عوض اللہ کے ہاں رہن ہے ۔ جو نیکی یا بدی وہ کمائے گا اسی کے مطابق اسے بدلہ مل کر رہے گا ـــــ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بالحق تخلیق فرمایا ہے ۔ تاکہ آخرت میں ہر متنفس کو اس کی اس دنیا میں کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے ۔ وہاں لوگوں پر ہرگز ظلم نہیں کیا جائے گا ۔ کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی ۔ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ـــــ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اللّٰهُ ایک روز ہم سب کو جمع کر دے گا ۔ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۔ اس حصّہ کی شرح میں آگے بیان کروں گا ۔ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ اور ہم سب کو اسی کی طرف جانا ہے ۔

# ہمارے لیے عظیم رہنمائی

موجودہ حالات میں اس آیت کے آخری حصّہ میں ہمیں بڑی عظیم رہنمائی ملتی ہے ۔ اُمّت کی تاریخ پر چودہ صدیوں کا زمانہ بیت گیا ہے ۔ اُمّت میں فرقے موجود ہیں ۔ لوگ اس بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں ۔ ایک حدیث میں بہتر فرقوں کا ذکر آیا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ وہاں بہتر کی تعداد کثرت کے لئے آئی ہے ۔ ورنہ اتنے فرقے موجود نہیں رہے ۔ مشہور فرقے تو سنّی، شیعہ، خارجی اور معتزلہ رہے ہیں ۔ ان میں بھی سنّی اور شیعہ اصل فرقے ہیں جن کے مابین قریباً ساڑھے چودہ سو برس سے مسلسل کشمکش چلی آرہی ہے ۔ چونکہ ان کے مابین نہایت بنیادی و اصولی اور اساسی (FUNDAMENTAL) اختلافات ہیں ۔ خلافت کا تصوّر اور امامت کا تصوّر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ۔ سنّی مکتب فکر کے نزدیک معصومیت خاصّۂ نبوّت ہے ۔ نبی کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ۔ نبوّت ختم ہوئی تو معصومیت بھی ختم ہوئی جبکہ شیعہ مکتب فکر میں امام کی معصومیّت جزوِ ایمان ہے ۔ پھر ان کے ہاں امامت

صرف آلِ فاطمہؓ میں منحصر ہے اور ان کے لئے مختص ہے ۔ان کے ہاں البتہ کئی فرقے ہیں جن میں وہ بھی ہیں جو امام غائب کے قائل اور ان کے ظہور کے منتظر ہیں اور وہ بھی ہیں جن کا امام مسلسل چلا آرہا ہے ۔ اور ہر دور میں حاضر و موجود رہتا ہے ۔ان میں حلول کے قائل بھی موجود ہیں ــــــ مجھے اس وقت اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کرنی ۔ صرف اتنا جان لیجئے کہ اس مکتب فکر یعنی اہل تشیع میں بیشمار فرقے ماضی میں بھی رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں ــ باقی رہا اہل سنّت والجماعت کا معاملہ تو یہ غلط فہمی دور کر لیجئے کہ حنفی ہوں ، مالکی ہوں ، شافعی ہوں ، حنبلی ہوں ' اہل حدیث ہوں ان کے مابین کوئی بنیادی فرق نہیں ہے ۔ یہ حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ چند فقہی امور و مسائل کی تفصیلات کی تعبیر ، توضیح ، تشریح ، تفسیر ، ترجمانی (INTERPRETATION) اور انطباق و استنباط (IMPLICATION) میں تھوڑا تھوڑا اختلاف واقع ہو جاتا ہے ۔میں اس بات کو پہلے بھی وضاحت سے بیان کرچکا ہوں ۔ یہ تو ہماری بدقسمتی ہے کہ چند پیشہ ور واعظوں اور چند علمائے سوء نے اپنی مسندیں ' اپنی قیادتیں ، اپنی چودھراہٹیں اور اپنی سیادتیں قائم رکھنے اور چمکانے کے لئے چند فروعی مسائل پر جن کی دین میں گنجائش موجود ہے نزاعی مسائل بنا کر مورچہ بندی کر رکھی ہے اور اپنی انانیت کے تحت امّت کی وحدت کو پارہ پارہ کر رکھا ہے ۔اس وقت مجھے ان سے بھی بحث نہیں ہے بلکہ مجھے اس موقعہ پر جو عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ خلوص و اخلاص اور نیک نیتی سے دین کا کام کرنے والوں میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے ۔ رائے کا بھی اور طریق کار کا بھی ــ یہ اختلاف بھی مبنی بر اخلاص ہو سکتا ہے ۔اس کو ایک سادہ سی مثال سے اس وقت میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں چونکہ یہ عملی مسئلہ ہے ۔

ایک ایسے پرانے مریض کا تصور کیجئے جو کسی ایک مرض میں نہیں بلکہ بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہے ۔اس کی حالت متعدد امراض کی وجہ سے ناگفتہ بہ اور نزار ہے ۔اس کے دل میں بھی ضعف ہے اس کا جگر بھی خراب ہے ۔ اس کے گردے بھی ماؤف ہو رہے ہیں ۔ نزلے اور زکام میں بھی وہ مبتلا ہے ۔اب اگر آپ اس مریض کے علاج و معالجہ کے لئے چار حکیم یا ڈاکٹر لا کر کھڑے کر دیں گے ۔ ظاہر بات یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر کی دلی خواہش یہی ہے کہ اس کا مریض اس کے علاج سے شفا پائے اور صحت یاب ہو جائے ۔ وہ مریض کے لئے چاہتا ہے یا اپنی نیک نامی ، شہرت اور منفعت کے لئے چاہتا ہے اس کو چھوڑیئے ۔ بہرحال وہ مریض کی شفا ضرور چاہے گا ۔لیکن ہو سکتا ہے کہ پورے خلوص و اخلاص اور نیک نیتی کے باوجود ان چاروں کی تشخیص اور تجویز میں بھی فرق ہو ۔

ایک کی تشخیص و تجویز یہ ہو کہ اس کے جگر کی فکر کرو ۔ اہمیت جگر کی ہے ۔ دوسرے کا خیال ہو کہ اہمیت گردوں کی ہے ان کی فکر کرو ۔ کہیں گردوں نے کام چھوڑ دیا تو مریض ہاتھ سے گیا تیسرے کی رائے ہو کہ اس وقت اصل توجہ پھیپھڑوں پر دی جانی چاہئے اور پہلے نزلہ زکام کی فکر کرنی چاہئے۔ چوتھے کا اصرار ہو کہ دل کا معاملہ اوّلین اہمیت رکھتا ہے ۔ اس کی پہلے فکر لازم ہے ۔ چاروں معالج مخلص ہیں ۔ دل سے مریض کی شفا کے متمنی ہیں لیکن تشخیص و تجویز میں اقدمیت و اوّلیت اور اہمیت کے معاملہ میں اختلاف کر رہے ہیں ۔

اس مثال میں اب مریض کی جگہ امتِ مسلمہ کو رکھ لیجئے ۔ کوئی مخلص و دیانتدار اور دردمند اس تلخ حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ شیطان کے ہتھکنڈوں، اغیار کی ریشہ دوانیوں اور دوست نما دشمنوں کی سازشوں کے باعث امت صدیوں سے بیمار ہوتے ہوتے فی الوقت اعتقادی، فکری و نظری اور عملی و اخلاقی اعتبارات سے بے شمار بیماریوں اور خرابیوں میں مبتلا ہے ۔ اللہ کے دین کا جھنڈا اتمام و کمال کہیں بھی سربلند نہیں ہے ۔ جو دین فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ عالم تاب کی طرح طلوع ہوا تھا، جس نے نورِ توحید سے کرۂ ارضی کے ایک بڑے حصہ کو منوّر کر دیا تھا، آج اس دین پر غربت و مسکنت طاری ہے ۔ کفر و الحاد، شرک و زندقہ، بدعات کے اندھیاروں میں یہ آفتاب ہدایت گہنا گیا ہے ۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ چند لوگوں کے دلوں میں اپنے دین اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا درد پیدا فرماتا ہے ۔ وہ لوگ غور و فکر کرتے ہیں کہ تجدید و احیاء دین اور اصلاحِ امت کے کام کا آغاز کس طور سے کیا جائے ۔ کس کام کو اقدمیت و اوّلیت دی جائے ۔ جس رائے پر ان کا دل ٹھک جاتا ہے ۔ انہیں انشراح صدر حاصل ہو جاتا ہے اس کے مطابق کام کے لئے وہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ۔ یہ تمام معاملہ اجتہادی ہوتا ہے اس لئے کہ وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا ۔ نبوّت تو جنابِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہو چکی ۔ لہٰذا جو دردمند شخص احیاء دین اور اصلاح امت کے لئے اٹھتا ہے وہ اجتہادی طور پر کوشش کرتا ہے کہ بہتر سے بہتر طریق پر دین کی تجدید کا، اسلام کی سربلندی کا، اقامتِ دین کا، امت کی اعتقادی و عملی خرابیوں کی اصلاح کا کام کروں ۔ اس کی تشخیص اور تجویز سے پورے اخلاص و خلوص اور نیک نیتی کے باوجود بھی اختلاف ممکن ہے ۔ اس بات کو سامنے رکھئے اور آیت کے آخری حصے کو پڑھئے اور یہ نتیجہ اخذ کیجئے کہ ایسے اشخاص اور ایسی جماعتوں کو باہم دست و گریباں نہیں ہونا چاہیے ۔ اپنے اپنے طریقوں پر دین کی خدمت اور احیاء اسلام کے لئے خلوص و اخلاص سے

کے ساتھ عمل پیرا رہیں لیکن ایک دوسرے پر الزام تراشی نہ کریں، ایک دوسرے کی ٹانگیں نہ گھسیٹیں
اپنے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جذبات پروان نہ چڑھائیں بلکہ جہاں تک ہو سکے تعاون
و اشتراک کا معاملہ کریں۔ ایک دوسرے کی خیر خواہ رہیں اور انداز وہ اختیار کریں جس کی طرف ہمیں اس
آیتِ مبارکہ کے ان الفاظ میں رہنمائی مل رہی ہے کہ اَللّٰہُ رَبُّنَا وَ رَبُّکُمْ "اللہ ہمارا بھی رب
ہے اور تمہارا بھی رب ہے"، لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ "ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں
اور تمہارے لئے تمہارے اعمال"، لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ "ہمارے اور تمہارے مابین حجت،
بحث و تمحیص اور مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں" اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا۔ اگر ہم مخلص ہیں اور اخلاص
کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور تم بھی مخلص ہو اور خلوص سے کام کر رہے ہو تو اللہ ایک دن ہمیں جمع کر دیگا
منزل اگر ایک ہے تو لازماً سب ایک دن ایک جگہ جمع ہو جائیں گے ــــــ میں اس کے لئے
یہ مثال دیا کرتا ہوں کہ ۹ ذی الحجہ کو منیٰ سے لاکھوں انسان چلتے ہیں، سب کو جانا عرفات ہے۔
وقوفِ عرفہ کرنا ہے، وہی اصل حج ہے۔ عرفات جانے کے لئے ہزاروں قافلے بنے ہوتے ہیں۔
ہر ایک کا جھنڈا علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ اور اونچا رکھا جاتا ہے تاکہ اس قافلے کا کوئی آدمی ذرا
اِدھر اُدھر ہو جائے تو اپنے جھنڈے کو دیکھ کر قریب آجائے ورنہ بچھڑ گیا تو گیا۔ اب ملنا
مشکل ہے۔ اب یا تو ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں ملاقات ہوگی یا تین چار دن بعد مکہ مکرمہ میں ــــ
لہٰذا لوگ قافلوں کی شکل میں چلتے ہیں لیکن منزل سب کی ایک ــــ جن لوگوں کو حال ہی میں
حج کی سعادت نصیب ہوئی ہو وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اب تو منیٰ سے عرفات کے لئے چھ
بڑی کشادہ سڑکیں ہیں لیکن یہ سب سڑکیں قافلوں کو کہاں پہنچائیں گی! عرفات۔ سب قافلے
وہاں جمع ہو جائیں گے۔ پس دین کی خدمت یا اقامتِ دین کی جد و جہد جو لوگ اور جو جماعتیں
بھی خلوص و اخلاص کے ساتھ کر رہی ہیں اور ان کے طریق کار میں اختلاف ہے ــــ طریق راستہ
ہی کو کہتے ہیں ــــ تو جیسے منیٰ سے عرفات کے لئے چھ طرائق یعنی راستے جا رہے ہیں، اسی
طرح ان لوگوں اور جماعتوں کے طریق کار بھی مختلف ہو سکتے ہیں ــــ چونکہ یہ اجتہادی معاملہ ہے
اب یہاں اور کہیں بھی نبوت نہیں ہے۔ لہٰذا طریق کار میں اختلاف ہو تو فکر مندی کی کوئی بات
نہیں۔ اگر منزل ایک ہے تو قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اور آج نہیں تو کل اور
کل نہیں تو پرسوں منزل پر پہنچ کر تو سب ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں گے۔ چلئے اگر دنیا میں ہم قریب
نہ بھی ہوئے تو ایک دن آنا ہے جب اپنے رب کے حضور میں حاضری ہوگی: اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا

وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ۔ آخر لوٹنا تو وہیں ہے۔ وہیں پتہ چل جائے گا کہ کون کتنے پانی میں تھا! وہیں حقیقت کھل جائے گی کہ کس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹیاں بندھ گئی تھیں۔ کون جماعتی عصبیتِ جاہلیہ میں گرفتار ہو گیا تھا۔ کون خلوص کے ساتھ چل رہا تھا! کون کس شخصیت کی عقیدت کا غلام ہو گیا تھا! ہر ایک کی حقیقت کھل جائے گی اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا ہو جائے گا۔ کون مخلص تھا اور کون غیر مخلص! وہاں سب عیاں ہو جاتا ہے۔ جو مخلصین ہوں گے وہ باہم شیر و شکر ہو جائیں گے۔

اس موقع پر میرا ذہن ایک واقعہ کی طرف منتقل ہوا ہے۔ سورۂ حجر میں الفاظ آتے ہیں: وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ۝ "اور ہم ان کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی طرف سے میل ہوا تو ہم اسے نکال دیں گے اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے"۔ یہ اہلِ ایمان کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں سلامتی کے ساتھ بے خوف و خطر داخل ہو جاؤ! اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیۡنَ ۝ تو اہلِ ایمان کے دلوں میں بر بنائے طبعِ بشری اپنے کسی بھائی کے دل میں کوئی رنجش اور میل ہو گا تو جنت میں اللہ اس کو دلوں سے نکال دے گا۔ جس واقعہ کی طرف میرا ذہن منتقل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ آیت میرے اور معاویہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ایک دوسرے کی طرف سے دلوں میں میل تو آیا تھا۔ جب تلواریں نیاموں سے باہر آ گئی تھیں۔ تو یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ دونوںؓ کے دل ایک دوسرے سے آئینہ کی طرح صاف تھے۔ شکوہ، شکایت اور گلا ایک دوسرے سے پیدا ہوا اسی لئے حضرت علیؓ کہہ رہے ہیں کہ جنتی ہم دونوں ہیں۔ رنجش کی وجہ سے اس دنیا میں دلوں میں جو میل آ گیا ہے، جو کدورت پیدا ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں ہمارے دلوں کو صاف کر دے گا۔ اس کے لئے سورہ حجر کی حضرت علیؓ نے وہ آیت پڑھی جو میں نے آپ کو سنائی ہے۔

لہٰذا دنیا میں خلوص و اخلاص کے ساتھ دین کے لئے کام کرتے ہوئے ایک دوسرے سے گلے شکوے ہو جاتے ہیں۔ اگر حضرتِ علی اور حضرتِ معاویہ کے مابین رنجش پیدا ہوئی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں تو ہم کیسے یہ دعویٰ کریں گے کہ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے کبھی کوئی میل آتا ہی نہیں، کوئی رنجش کبھی پیدا ہوتی ہی نہیں۔ لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ تصور ذہن میں رکھا جائے کہ: اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا

وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ اس ضمن میں، میں ایک اور بات بھی کہا کرتا ہوں۔ ہم جمع نہ بھی ہوتے تو کوئی حرج نہیں۔ ہمارا کام تو جمع ہو جائے گا۔ آپ بھی محنت کر رہے ہیں دین کے لئے اور میں بھی دین ہی کے لئے محنت کر رہا ہوں تو ان محنتوں کے ثمرات کہاں جمع (CREDIT) ہوں گے؟ ظاہر بات ہے کہ دین کے کھاتے میں۔ فرض کیجئے کہ کوئی ایک شخص کسی ایک جماعت کے ذریعے سے دین کے قریب آجاتا ہے اور کوئی دوسرا شخص کسی دوسری جماعت کے ذریعے سے دین کے قریب آیا تو کام تو جمع ہو گئے چاہے وہ قافلے جمع نہ ہوئے ہوں۔ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○

## حاصلِ گفتگو

میں نے آغاز ہی میں عرض کیا تھا کہ اقامتِ دین کے موضوع پر یہ تین آیات اہم ترین ہیں۔ اس کے مخاطبین، اس کے مخالفین، مخالفت کی وجہ، تفرقہ کا سبب، ان سب کا علاج، پھر جو داعی ہو اس کا کردار، اس کو کن باتوں کو ملحوظ رکھنا ہے۔ ان تین آیات میں یہ تمام مضامین آ گئے اور میں نے اپنی امکانی حد تک ان کی تشریح و توضیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ ؎

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آغاز میں میں نے اس سورۂ مبارکہ کی نو آیات ۱۳ تا ۲۱ کی تلاوت کی تھی۔ اب چھ آیات باقی رہ گئی ہیں جن کا مختصر تشریح کے ساتھ ان شاء اللہ ہم مطالعہ کر لیں گے۔ میں آپ سے گذارش کروں گا کہ آپ اسی صبر و اطمینان اور توجہ کے ساتھ تشریف رکھیں جس کا اب تک آپ نے مظاہرہ کیا ہے تاکہ درس کا جو نصاب اس نشست کے لئے پیشِ نظر تھا وہ مکمل ہو جائے۔

# مخالفین و معاندین کے لیے انتباہ

فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ "اور جو لوگ اللہ کے باب میں ابھی بحث و مباحثہ اور حجت بازی میں پڑے ہوئے ہیں"۔ یہاں فِي اللّٰهِ سے مراد فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ہے "ابھی تک جو لوگ اللہ کے دین کے بارے میں جھگڑوں ہی میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ کی پکار پر لبیک کہی جا چکی"۔ آگے بڑھنے سے قبل آیت کے اس حصہ کو وضاحت سے سمجھ لیجئے۔ دیکھئے جب کوئی نئی دعوت اٹھتی ہے تو کچھ لوگ تو اتنے ذہین ہوتے ہیں کہ وہ اس

کو اس کی Face Value پر قبول کر لیتے ہیں اور ان میں اتنی جرأت بھی ہوتی ہے کہ : ؎
ہر چہ بادا باد ــــ ما کشتی در آب انداختیم ـــ اب جو ہو سو ہو، ہم نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اب تیریں گے تو اس کے ساتھ اور ڈوبیں گے تو اس کے ساتھ ـــ لیکن سب لوگوں میں اتنی ہمت نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جن کو حقیقت تو معلوم ہو جاتی ہے کہ بات صحیح ہے لیکن منجدھار میں چھلانگ لگانے کے لئے جو ہمّت درکار ہوتی ہے اس کا ان میں فقدان ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے ایک جنگل ہے۔ اس میں جانے کا کوئی راستہ ہونا تو درکنار کوئی پگڈنڈی بھی بنی ہوئی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کوئی بڑی ہمّت والا ہی ہوگا جو اس میں داخل ہوگا لیکن اگر کچھ لوگوں نے چل کر کوئی پگڈنڈی بنا دی ہو تو نسبتاً کم ہمّت لوگ بھی اس پر چل پڑنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کر لیں گے۔ چونکہ ان کو نظر آ رہا ہے کہ راستہ بنا ہوا ہے اور کچھ لوگ اس پر چل کر جنگل میں داخل ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں ـــ یہی بات یہاں کہی جا رہی ہے : وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ۔ اللہ کے دین کی دعوت پر لبیک کہے جانے کے بعد بھی جو لوگ دعوت کو قبول کرنے والوں سے حجت بازی کر رہے ہیں، اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں ـــ میرے مطالعہ اور اندازے کے مطابق سورۂ شوریٰ کے نزول کا زمانہ مکّی دور کا آخری تیسرا حصہ یعنی سن آٹھ نبوی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس وقت تک بہت سے ایسے لوگ بھی ایمان لا چکے تھے جو قریش میں ایک باحیثیت مقام رکھتے تھے اور ایسے بھی جو دبے ہوئے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ گویا کہ بہت سے لوگوں نے بیچ منجدھار کو د کر دکھا دیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے تشدّد جھیل کر، مصائب برداشت کر کے اور قربانیاں دے کر اعلیٰ مثالیں قائم کر دی تھیں ـ اس طرح ان لوگوں کے لئے جو کم ہمت تھے، پگڈنڈی بن گئی ہے۔ راستہ بن گیا ہے۔ اب ان کے لئے اس پر چلنا آسان ہو گیا ہے۔ جو اب بھی تعویق میں ہوں، لیت و لعل میں ہوں، جو اب بھی حجت بازی میں پڑے ہوں، معلوم ہوا کہ اب ان کا کوئی عذر اللہ تعالیٰ کی جناب میں لائقِ پذیرائی نہیں رہا۔ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ان کی حجت، ان کی دلیل ان کے رب کے پاس بالکل باطل ہے۔ یاد رہوا ہے : وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ اور ان پر اللہ کا شدید غضب نازل ہو کر رہے گا۔ ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے" ـــ قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ اس آیت میں ان کم ہمت لوگوں کے لئے بھی انتباہ ہے جو دعوت کو حق سمجھ لینے کے باوجود مشرکین و مخالفین کے تشدّد اور تعدّی کے خوف

سے دعوت کو قبول کرنے میں ہچکچا رہے ہیں اور ان کے لئے بھی شدید وعید ہے کہ جن کے دل دعوت کی حقانیت تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ اپنے مفادات، اپنے تعصبات اور اپنی عصبیت کے باعث دعوت کو قبول کرنے کے بجائے اس کی راہ میں معاند بنے ہوئے ہیں اور اس دعوت کو کچلنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور ان کا ساتھ دے رہے ہیں جو صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ سرے سے دعوت کی حقانیت کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اس آیت میں تینوں قسم کے لوگ مخاطبین ہیں۔

# الکتاب والمیزان ــ قرآن وسنّت

اگلی آیت میں وہ مضمون آرہا ہے جو میں نے لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ کی توضیح و تشریح کے ضمن میں سورہ حدید کی ایک آیت کے حوالے سے بیان کیا تھا۔ میرے نزدیک سورہ شوریٰ مکّی سورتوں میں اتنی ہی اہمیت کی حامل ہے جتنی مدنی سورتوں میں سورہ حدید ــــ سورہ حدید میں رسولوں کی بعثت، ان کو بیّنات عطا کرنے، ان کے ساتھ کتابیں اور میزان یعنی شریعت نازل فرمانے کی غرض و غایت ان الفاظ مبارکہ میں بیان فرمائی گئی تھی کہ: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ۔ یہاں فرمایا:

اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ۚ

"اللہ ہی ہے وہ ذات جس نے حق کے ساتھ کتاب اُتاری اور میزان بھی اُتاری"

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر کتاب تورات نازل ہوئی تو اس کے ساتھ شریعتِ موسوی اتری۔ ویسے ہی جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر قرآن نازل ہوا تو اس کے ساتھ المیزان یعنی شریعت یا دین الحق نازل ہوا۔ یہی بات اس آیت مبارکہ کی ابتداء میں ایک دوسرے اسلوب سے فرمائی جو سورہ توبہ، سورہ فتح اور سورہ صف میں بایں الفاظ وارد ہوئی۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ ــــ "وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو بھیجا الھدٰی اور دین الحق کے ساتھ" ــــ یہاں "و" واؤ عطف ہے ــ دین الحق، الھدٰی سے مختلف شے ہے، علیحدہ

چیز ہے۔ اس معنی میں کہ الہدیٰ یعنی قرآن مجید میں علمی ہدایت ہے، اصولی ہدایت ہے اور سنّتِ رسول علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام اس کی عملی تفسیر ہے، اس کا عملی مظاہرہ (Demonstration) ہے۔ جب قرآن حکیم کے ساتھ سنّتِ رسول جمع ہو جائے گی تو دین الحق بنے گا۔ وہ میزان یعنی شریعت سامنے آئے گی کہ کس کا کیا حق ہے اور کس کے کیا فرائض ہیں۔ کیا واجبات ہیں! اور طے ہو گا کہ WHAT IS DUE TO HIM AND WHAT IS DUE FROM HIM اس پر لازم کیا ہے اور اس کا حق کیا ہے۔ یہ ہے کتاب اور میزان جو اللہ نے نازل فرمائی ——

## غور طلب بات

اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے میزان کس لئے نازل فرمائی! ایسے ہی رکھی رہے یا اس میں تولا جائے! میزان تو اس لئے اتاری گئی کہ نصب ہو۔ دین اس لئے دیا گیا کہ قائم ہو — دین اگر قائم نہ ہو تو وہ دین ہے ہی نہیں پھر تو وہ مذہب بن گیا۔ وہ صرف ایک عقیدہ بن گیا۔ وہ صرف ایک cult بن گیا۔ وہ محض چند رسوم (Rituals) کا مجموعہ بن گیا۔ دین تو وہ ہوتا ہے کہ ایک نظام کی حیثیت سے بالفعل قائم و نافذ ہو۔ اس کو ایک سادہ سی مثال سے سمجھ لیجئے۔ انگریز کے دورِ غلامی میں جس نظام کی اصل حکمرانی تھی وہ "دینِ انگریز" تھا۔ تاجِ برطانیہ کے نمائندے کی حیثیت سے مطلق برطانوی پارلیمنٹ تھی۔ تمام فوجداری اور دیوانی قوانین اس کے بنائے ہوئے تھے اور ان کے مطابق ہی ملک کا نظام چل رہا تھا۔ البتہ دوسرے مذاہب کے ساتھ مسلمانوں کو بھی یہ آزادی حاصل تھی کہ نجی زندگی میں نمازیں پڑھ لو، روزے رکھ لو، حج کو چلے جاؤ، اپنے طور پر زکوٰۃ ادا کر دو۔ شادی بیاہ کی رسوم اپنے طور پر بجا لاؤ۔ Private اور شخصی معاملات میں انگریز سرکار کو کوئی سروکار نہیں لیکن ملک کا نظام اور قانون Law of the Land انگریز کا بنایا ہوا رائج و نافذ رہے گا۔ اسی صورتِ حال کے پیشِ نظر ہی علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت — ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

فرمایا کو حقیقت کے اظہار کے لئے برسبیلِ تذکرہ دوبارہ ہو گئی۔ اب پھر آیت زیرِ درس پر توجہ مرتکز کیجئے فرمایا: اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ط "اللہ ہے وہ جس نے حق کے ساتھ اتاری ہے کتاب بھی اور میزان بھی" سورہ حدید میں بعثتِ رسول، انزالِ کتب و میزان کی جو غرض و غایت بیان فرمائی گئی تھی کہ: لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ط "تاکہ لوگ عدل و قسط پر قائم ہو جائیں" اس کو آیت کے اس حصے کے ساتھ ذہن و قلب پر ثبت کر لیجئے تو اَقِیْمُوا

السَّدِّيْنَ اور وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ کے جملہ مقتضیات و متضمنات واضح ہو کر آپ کے سامنے آجائیں گے ۔

# انجام سے متعلق تنبیہ

آگے چلئے ۔ اسی آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا :

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ٥

"اور (اے نبیؐ) آپ کو کیا معلوم کہ قیامت قریب ہو سر پہ آئی کھڑی ہو"

یہاں انداز مختلف ہے ۔ اس میں انسانوں کی ایک فطری اور نفسیاتی کمزوری پر متنبہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ حقیقت کو انہوں نے پہچان بھی لیا لیکن دل کے اندر جو چور ہے اور مفادات و لذات دنیوی سے جو انس ہے اس کی وجہ سے تعویق و تاخیر کا معاملہ ہوتا ہے ۔ سوچ کا انداز یہ ہو جاتا ہے کہ بات تو حق ہے قبول کرنی چاہئے اور ہم ضرور قبول کریں گے ذرا فلاں فلاں کاموں سے فارغ ہو جائیں پھر ہم بھی میدان میں کود پڑیں گے ۔ بس یہ یہ ذمہ داریاں ہیں ان سے نمٹ لیں ، ذرا بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں ان سے عہدہ برآ ہو جائیں تو پھر ہم اقامت دین کی جد و جہد میں ہمہ وقت اور ہمہ تن لگ جائیں گے اور اپنی ساری توانائیاں اور اپنے تمام اوقات اللہ کی راہ میں لگا دیں گے ۔ اس سے بڑا فریب اور دھوکہ کوئی نہیں اور دھوکہ کس کو دے دیں گے ۔ حقیقی بات یہ ہے کہ اس سے بڑی خود فریبی اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی ۔ اس لئے کہ واقعہ یہ ہے کہ ع کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد اپنی بچیوں سے فارغ ہوں گے تو آگے نواسیاں اور پوتیاں ہونگیں ۔ اپنی ذمہ داریوں سے فراغت کیسے ہوگی ۔ نسل تو آگے پھیلے گی ، بڑھے گی اور نہ معلوم کیا کیا معاشرتی پیچیدگیوں PROBLEMS سے سابقہ پیش آ گئے گا ۔ اور جب آپ اپنے کاموں سے فارغ ہوں گے ۔ ــــــ اوّل تو فراغت ملتی نہیں ۔ لیکن فرض کیجئے کہ کسی نے سوچ رکھا ہو کہ ریٹائر ہو جاؤں پھر دین کے لئے کام کروں گا تو حکومت بھی اس وقت ریٹائر کرتی ہے جب صلاحیت و اہلیت برائے نام رہ جاتی ہے ۔ ایسی حالت و کیفیت میں آپ دین کے لئے کریں گے کیا ؟ اس لئے کہ حکومت نے ریٹائرمنٹ کی مدت خوب سوچ سمجھ کر رکھی ہے ۔ توانائیاں تو خدمتِ سرکار میں ختم ہوئیں اب تو آپ کی حیثیت SPENT UP FORCE کی ہے ۔ یہ ہیں وہ دھوکے اور فریب جو انسان کا نفس خود اسے دیتا ہے ۔ سورہ حدید میں یہ مضمون اہل ایمان کے لئے مختص ہو کر آیا ہے ۔ وہاں فرمایا : اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

"کیا وقت آنہیں گیا ہے اہل ایمان کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل اللہ کی یاد میں اور اس کے سامنے جو حق سے نازل ہوا ہے"۔۔۔ یہ تاخیر اور تعویق۔ اور یہ بات کہ یہ کر لوں وہ کر لوں پھر دین کے کام میں لگ جاؤں گا۔۔۔ خود فریبی کے اس چکر سے کب نکلو گے! وہی بات نبی اکرمؐ سے مخاطب ہو کر بطور واقعہ اور حقیقت فرمائی جا رہی ہے۔ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیۡبٌ ۝ "اور (اے نبیؐ) آپ کو کیا خبر کہ قیامت (فیصلہ کی گھڑی) قریب ہی آ لگی ہو۔"

**انتہائی قابلِ توجہ بات** اچھی طرح ذہن میں رکھئے کہ ایک قیامت تو آخری قیامت ہے اور ایک میری اور آپ کی انفرادی (INDIVIDUAL) قیامت ہے۔ یعنی میری اور آپ کی موت۔ وہ تو ہم سب کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ ہم میں سے کون جانتا ہے کہ وہ کب آئے گی! جگر مراد آبادی مرحوم کا بڑا پیارا شعر ہے ؎

ارباب ستم کی خدمت میں اتنی ہی گذارش ہے میری
دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

موت کی صورت میں ایک قیامت انسان پر اس دنیا میں بھی آتی ہے جسے ہم قیامت صغریٰ کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات فقد قامت قیامتہ "جو مر گیا اس کی قیامت تو قائم ہو گئی"۔ مہلت عمر اور مہلتِ عمل ختم ہوئی ۔۔۔۔ کیا معلوم وہ چھوٹی قیامت میرے سر پر منڈلا رہی ہو۔ مجھے لاہور جانا نصیب نہ ہو۔ کسے یقین ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ کل صبح طلوع ہونے والا سورج میں لازماً دیکھوں گا۔ اگر دل میں یہ یقین ہو تو بہت بڑا دھوکہ ہے۔ فرمایا: وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیۡبٌ ۔۔۔ کس برتے پر، کس امید میں تم یہ چیزیں مؤخر کر رہے ہو! اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرض ادا کرنے کی فکر کرو۔ اس کے لئے جدوجہد کرو۔ اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ۔ اس کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ سر بکف ہو کر میدان میں نکلو۔ باطل سے پنجہ آزمائی کے لئے تیار ہو کر آؤ۔ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ کا تقاضا خاتم النبیین والمرسلین کے امتی کی حیثیت سے پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔ تنظیم پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب یعنی قرآن مجید اور میزان یعنی شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حق کے ساتھ نازل کی ہے، اس پر مبنی نظامِ عدل و قسط قائم کرنے کی جدوجہد کرو۔ ورنہ تم کو کیا پتہ کہ موت تمہارے سرہانے کھڑی ہو۔ تم اسی تعویق و تاخیر میں رہو اور مہلت عمر تمام ہو جائے ۔۔۔۔ یہ جملہ مفاہیم اس آیتِ مبارکہ میں بیان ہوئے کہ اَللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ وَالۡمِیۡزَانَ ؕ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیۡبٌ ۝

(جاری ہے)

جمیل الرحمٰن

# فصلِ بہار

## جون کے مہینے میں قرآن اکیڈمی میں

# قرآنی علوم و معارف کے انوار کی بارش

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصًا

علٰی افضلھم خاتم النبیین محمد الامین وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین

امتِ مسلمہ اس امر پر متفق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کی شکل میں نازل ہوئی: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ ان آیات میں دو مرتبہ لفظِ اِقْرَاْ آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "پڑھ" قَرَاَ یَقْرَاُ سے یہ فعل امر ہے۔ اسی سے فعلان کے وزن پر لفظ "قرآن" بنا۔ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی شَے" اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اس وصف اور اسم صفت ہی کو اپنی کتابِ مبین کا سب سے زیادہ مشہور و معروف بلکہ اسمِ عَلَم "القرآن" قرار دے دیا۔ اس کتابِ حمید کے متعدد صفاتی نام اور بھی ہیں۔ لیکن اس کا اسمِ عَلَم "القرآن" ہی ہے اور پوری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے جس میں یگانے بھی شامل ہیں اور بیگانے بھی، جس میں اس کتاب پر ایمان رکھنے والے بھی ہیں اور اس کے وحی الٰہی ہونے کے منکر بھی کہ قرآن ہی دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ یہ شرف صرف قرآن ہی کو حاصل ہے کہ یہ کتاب اس پر ایمان رکھنے والوں میں سے لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور دنیا میں جہاں بھی معتدبہ تعداد میں مسلمان بستے ہیں وہاں ہر سال رمضان المبارک میں ہزاروں حفاظ تراویح میں پورا قرآن سناتے ہیں اور لاکھوں سے بھی متجاوز قرآن کی تلاوت سنتے ہیں۔ ان خصوصیات میں کوئی کتاب بھی قرآن مجید کی شریک و سہیم نہیں ہے۔

لیکن اپنی جگہ یہ بھی واقعہ ہے جو حد درجہ افسوسناک بھی ہے کہ اوّل تو اس کتاب کے مُنزّل

من اللہ ہونے پر ایمان رکھنے والوں کی عظیم اکثریت عربی زبان سے نابلد ہے۔ جبکہ قرآن حکیم کی زبان عربی ہے۔ دوسرے یہ کہ جن کی زبان عربی ہے یا جو عربی سے بخوبی واقف ہیں، ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو محض ایک کتابِ مقدس کا مقام دے رکھا ہے اور وہ محض اس کی تلاوت و قرأت پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور اسی کو باعثِ اجر و ثواب سمجھتے ہیں جبکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ یہ ھدًی للنّاس ہے، انفرادی و اجتماعی زندگی کا کوئی پہلو، کوئی گوشہ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے اس کتابِ الٰہی میں ہدایت و رہنمائی موجود نہ ہو۔ اور اس کے نزول کا اوّلین مقصد یہ ہے کہ قرآن کے اصولوں پر مبنی نظامِ اجتماعی قائم اور نافذ کیا جائے۔ مسلمان بحیثیت مسلمان اس دنیا میں عزت و وقار حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک وہ بحیثیت امّت و ملت اس قرآن کو عملی طور پر اپنا ہادی و امام نہ بنا لے اور اس کتابِ ہدایت کے مطابق اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو استوار نہ کر لے۔ بقول علامہ اقبال ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن　　　نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

بحمد اللہ ہر دور میں ایسے رجالِ دین پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور اس فرقانِ حمید پر عمل کرنے کی دعوت دینے کے لئے اپنی زندگیاں کھپا دیں اور کھپا رہے ہیں۔ ان ہی خوش بخت حضرات میں ڈاکٹر اسرار احمد بھی ایک خادمِ قرآن مجید کی حیثیت سے شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے دعوتِ رجوع الی القرآن کو ایک تحریک کی شکل میں برپا کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور وہ کتاب و سنّت کی اساسات پر اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔

اللہ ربّ العزّت جو نعم المولیٰ اور نعم النصیر ہے اس کی تائید و نصرت کا مظہر امسال ایک عجیب شان سے سامنے آیا اور اس نے دعوتِ رجوع الی القرآن اور تفہیم القرآن کے لئے وہ راہیں کھول دیں جن کی طرف وہم و گمان بھی نہیں جاتا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ۱۶ر یوم کے ہندوستان کے دعوتی دورے سے ۲۵ر اپریل کو واپس آنے کے بعد حسبِ معمول پاکستان میں دعوتی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔ اس کے پہلو بہ پہلو ۵ر مئی کو عمرہ ادا کرنے اور سعودی عرب کے بعض شہروں کا دورہ دینے کی بدولت دورہ کرنے کے لئے روانگی کے انتظامات بھی ہو رہے تھے۔ اس پر مستزاد تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ

اجتماع (۲۵ تا ۳۰ مئی) کے انتظامی مسائل بھی پیش نظر تھے۔ جن پر ۳۱ مئی کو امیر موصوف محترم بھائی قمر سعید قریشی قیم تنظیم اسلامی سے تبادلہ خیال اور مشورے فرما رہے تھے۔ امیر محترم نے اس مشاورت میں راقم کو بھی طلب فرما لیا۔ اسی مشاورت کے دوران یہ مسئلہ بھی زیرِ گفتگو آیا کہ آنے والے رمضان المبارک میں جامع قرآن، قرآن اکیڈمی میں تراویح کا کیا انتظام ہو۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ترویحہ کے دوران تلاوت کردہ حصہ کے اہم مطالب و مفاہیم پر کئی بار روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس کے کیسٹ بھی تیار ہیں۔ انہی باتوں کا اعادہ کچھ جچتا نہیں پھر موسم بھی گرمی کے لحاظ سے شدید سے شدید تر ہوتا چلا جائے گا۔ کوئی ایسا پروگرام سوچنا چاہیئے کہ جس میں جدت بھی ہو اور افادیت بھی۔ نیز شرکاء کا ذوق و شوق بھی قائم رہے پھر امیر محترم نے فرمایا کہ "اس موقع پر اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ کیوں نہ اس رمضان المبارک میں تراویح شروع ہونے سے قبل چار رکعتوں میں جتنا قرآن حکیم پڑھا جانے والا ہو، اس کا رواں ترجمہ اہم نکات کی ممکنہ حد تک مختصر تشریح، ربطِ آیات اور نظمِ سُوَر کے ساتھ بیان کیا جائے۔ پھر ہر ترویحہ میں اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید حاصل رہی تو ۲۹ رمضان تک دورۂ ترجمہ قرآن مکمل ہو جائے گا"۔ بھائی قمر سعید صاحب تو امیر محترم کے اس خیال پر پھڑک اٹھے۔ اور انہوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے نیز موصوف نے فرمایا کہ اس طرح ان شاء اللہ یہ ترجمہ مختصر تشریحات کے ساتھ کیسٹوں میں ریکارڈ ہو جائے گا جس سے بے شمار طالبان فہم قرآن مستقل طور پر استفادہ کر سکیں گے۔

راقم نے بھی قمر بھائی کی رائے کی تائید کی۔ امیر محترم نے اس اندیشے کا اظہار فرمایا کہ "اگر یہ کام شروع کیا گیا تو ترجمہ قرآن کے اس کام میں اور بیس رکعات تراویح کی ادائیگی میں کم از کم چار ساڑھے چار گھنٹے کا وقت لگ جائے گا۔ اگر ہم صلوٰۃ عشاء ساڑھے نو بجے شب شروع کریں گے تو پیش نظر پروگرام دو بجے سے قبل ختم ہونا ممکن نہ ہوگا۔ شرکاء کے لئے یہ پروگرام بہت بھاری پڑ سکتا ہے۔ چنانچہ اندیشہ ہے کہ شرکاء زیادہ تعداد میں اور پابندی کے ساتھ اس پروگرام میں شرکت نہ کر سکیں چونکہ اس طرح پوری شب بیداری میں گزرے گی۔ مزید یہ کہ امسال گرمی کا موسم شدید ترین ہونے کے آثار ہیں اور رمضان المبارک کا پورا مہینہ جون میں گزرے گا جو گرمی کے اعتبار سے اس کے شباب کا مہینہ ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی فیصلہ کرتے وقت ان تمام امور کو سامنے رکھنا ہوگا"۔ بھائی قمر سعید کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے بھروسے پر یہ کام ضرور ہونا چاہیئے اور انشاء اللہ حاضری پچھلے سالوں کے مقابلے میں زیادہ ہی ہوگی۔ اور اہم تر بات یہ ہے کہ اس طور پر قرآن مجید

کا ترجمہ اور اہم تشریحات ریکارڈ ہو جائیں گی جن سے مستقبل میں 'دعوت رجوع الی القرآن' تحریک تجدید ایمان۔ توبہ۔ تجدید عہد کے کارکنان و رفقاء کو بڑی مدد ملے گی جبکہ موجودہ مصروفیات کے پیش نظر تحریری طور پر یہ کام ہونا بعید از امکان نظر آتا ہے ـــــ امیر محترم نے فرمایا کہ وہ اس تجویز کے تمام پہلوؤں پر غور کریں گے اور سعودی عرب سے واپس آ کر فیصلہ کریں گے لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اس خیال کا میثاق میں تذکرہ ہو گیا اور بات عام ہو گئی۔ نیز اکثر حلقوں سے اصرار ہونے لگا کہ یہ پروگرام ضرور ہونا چاہیئے۔

امیر محترم کی حجازِ مقدس سے ۲۱ مئی کو لاہور واپس تشریف آوری ہوئی اور موصوف نے یہ خوشخبری سنائی کہ انہوں نے مجوزہ پروگرام کو اللہ کی تائید و نصرت کے بھروسے پر روبعمل لانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ امیر محترم کے اس فیصلے پر سب ہی کو خوشی ہوئی البتہ یہ اندیشہ راقم کے دامن گیر تھا کہ امیر محترم بھارت اور سعودی عرب کے نہایت مشقت سے بھرپور دوروں سے واپس تشریف لائے ہیں۔ پھر ۲۲ مئی سے ۲۴ مئی تک تنظیم اسلامی کی مجلس مشاورت کے اجلاس بعدہ ۲۵ مئی سے ۳۰ مئی تک تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع کے ضمن میں مسلسل اور تھکا دینے والی مصروفیات سے سابقہ پیش آئے گا کہیں امیر محترم کی صحت متاثر نہ ہو جائے جس کے باعث یہ مفید کام درمیان میں معطل نہ ہو جائے چونکہ یکم جون سے رمضان المبارک کے آغاز کا امکان تھا۔ لہٰذا ان شدید ترین مصروفیات اور مشقت کے بعد موصوف کو آرام کے لئے کوئی وقت ملنا ممکن نہ تھا

لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کا اظہار جس شان سے ہوا اور " وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا " کا وعدہ الٰہی جس طور سے پورا ہوا اس کا کسی قدر اندازہ۔ تو فی الواقع صرف وہی کر سکتے ہیں جو اس پروگرام میں شریک رہے ہوں (تاہم اس پروگرام کا پس منظر اور اس کی تفصیلات اور اس کے بارے میں شرکاء کے تاثرات کو قارئین میثاق تک پہنچانے کے لئے کچھ تھوڑی بہت کاوش ادارے کی جانب سے میثاق کے ان صفحات میں ہو رہی ہے)ـــ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید و توفیق کا مظہر تھا کہ رمضان المبارک کی دوسری شب سے قرآن اکیڈمی میں قرآنی علوم و معارف اور اس کے انوار کی بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلی شب کو حکومت کی طرف سے رمضان کے چاند کی رویت کا اعلان کافی تاخیر سے ہوا۔ اس لئے اس پروگرام کا اس شب آغاز نہیں ہو سکا دوسری شب سے جامع قرآن میں تراویح سے قبل چار رکعات میں تلاوت کئے جانے والے حصے کے ترجمہ اور ضروری تشریح کا محترم ڈاکٹر صاحب نے آغاز فرما دیا۔ پھر ہر

نتیجۃً میں اگلی چار رکعات میں تلاوت کئے جانے والے حصّے کا ترجمہ و تشریح اور ربط و نظم آیات و سُوَر کا سلسلہ ۲۹ رمضان المبارک کی شب تک مسلسل جاری رہ کر بفضلہٖ تعالیٰ و عونہٖ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جس کو ترجمہ کے مقابلے میں ترجمانی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

پروگرام کے بارے میں بھائی قمر سعید قریشی کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ ابتداء ہی سے شرکاء کی تعداد پچھلے سالوں کے مقابلے میں زیادہ تھی بلکہ روزانہ اس تعداد میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ انجمن کی طرف سے اس پروگرام کا ۲۱ رمئی کی اشاعت میں لاہور کے چند اخبارات میں اشتہارات کے ذریعہ اعلان کر دیا گیا تھا۔ لیکن حاضری میں اضافہ کا ایک اہم سبب یہ بنا کہ جو حضرات اس پروگرام میں شریک ہوئے جب انہوں نے اس کی افادیت کو محسوس کیا تو انہوں نے اس کا اپنے حلقۂ تعارف و اثر میں تذکرہ کیا جس کے نتیجے میں شرکاء کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ قرآن اکیڈمی میں موسمِ بہار کے جشن کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ۔ آخری عشرہ میں تو یہ کیفیت تھی کہ ہر شب کو قریباً یک صد موٹریں جامع قرآن کے اطراف میں جمع ہوجاتی تھیں اور یہی کیفیت موٹر سائیکلوں کی ہوتی تھی۔ شدید گرمی کے باوصف شرکاء کا ذوق و شوق اور شغف دیدنی تھا ۔ شرکاء کی کثیر تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل تھی جس میں ڈاکٹرز، انجینئرز، پروفیسر، وکلاء، ممتاز صنعت کار اور تجار غرض کہ ہر
کے افراد شامل تھے جو دن میں اپنے معمولات و مشاغل بھی ادا کرتے تھے اور شب میں اللہ کے گھر میں حالتِ قیام میں قرآن مجید کا سماع ہوتا اور حالت قعود میں تلاوت کئے جانے والے حصّے کے پہلے سے ترجمہ اور تشریحات و توضیحات کے ذریعے قرآن حکیم کے علوم و معارف، حِکَم و عِبَر سے مستفید و مستفیض ہوتے۔ یقیناً نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشادِ گرامی کا روزانہ ظہور ہوتا رہا ہوگا کہ : ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ و یتدارسونہ بینھم الا نزلت علیھم السکینۃ و غشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ـــــ اس پورے پروگرام میں خواتین کی بھی اچھی خاصی تعداد شریک رہی۔ اس دورۂ ترجمہ قرآن کا یہ فائدہ بھی یقیناً ہوا ہوگا کہ تلاوت کردہ قرآن مجید کے حصے کے کم از کم پچیس فیصد مطالب و مفاہیم سامعین کے شعور و ادراک کی گرفت میں آتے رہے ہوں گے۔

اس تجویز کی ابتداء میں حاضری کی کمی کا اندیشہ تھا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ جامع قرآن

کے ہال، اس سے ملحق گیلری اور صحن میں قریباً سات سو نمازیوں کی گنجائش ہے لیکن پہلے ہی عشرے
کے بعد تنگیٔ داماں کا سماں پیدا ہو گیا اور آخری عشرے میں تو صورت حال یہ ہوئی کہ بعض مرتبہ
شرکت کے بعض خواہش مند اصحاب جگہ نہ ملنے کی وجہ سے واپس جانے پر مجبور ہوئے ـــ گرمی بھی پورے
شباب پر تھی لیکن اصلاً تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا اور اس کتابِ عزیز کا فیضان کہ اس کی کتاب مبین
کے مطالب و مفاہیم سے واقفیت حاصل کرنے والے مشتاقان کے لئے اس پورے پروگرام میں تسہیل
پیدا ہو گئی۔ اور کسی درجے میں سہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ایک کیفیت اور جھلک سامنے آگئی اور اس
کا عملی تجربہ ہو گیا کہ: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

معلوم ہوا ہے کہ ماضی میں اس ضرورت کے پیشِ نظر کہ جو کچھ نماز تراویح میں پڑھا جائے اس
کا کچھ مفہوم بھی لوگوں کے علم میں آئے۔ بعض مشہور دینی درسگاہوں میں اس کا اہتمام کیا گیا کہ نماز
تراویح کے آخر میں یا ہر چار رکعتوں کے بعد پڑھی گئی آیات کے چیدہ چیدہ نکات کا بیان ہو جائے
اس سلسلے کے ابتدائی تجربات لوگوں کی عدم دلچسپی کے باعث نہ چل پائے اور جن دینی درسگاہوں میں
یہ مبارک سلسلہ شروع کیا گیا تھا وہاں اس سلسلے کو جلد ہی بند کرنا پڑا۔ شاید وہاں جو سلسلہ تھا وہ محض
اہم اور چیدہ چیدہ نکات کا بیان تھا۔ ہماری معلومات کی حد تک پورے قرآن مجید کے ترجمے کی
کوشش کہیں اور نہیں کی گئی۔ بہرحال ہر کام کے لئے اللہ کی مشیت میں ایک وقت متعین ہوتا ہے
اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق محترم ڈاکٹر صاحب کے شامل حال ہوئی۔

اسی تبارک و تعالیٰ نے موصوف کے دل میں یہ خیال ڈالا۔ پھر ان کو انشراح قلبی عطا فرمایا۔ ان کو صحت
دی ؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

اس اہم پروگرام کے دوران ڈاکٹر صاحب کی دو تین دن خاصی طبیعت خراب رہی لیکن عین تراویح
کے وقت اسی رب الکریم جل ذکرہ نے ان کی طبیعت بحال فرمادی۔ نیز لوگوں کے دلوں میں اس
سے استفادہ کا ارادہ اور اشتیاق پیدا فرمایا اور پھر اپنے خاص فضل سے اس کی تکمیل کے لئے
ان کو ہمت اور توفیق بخشی

تنظیم کے رفیق بھائی حافظ محمد رفیق سلمہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے جن کے حسن قرأت
نے نورٌ علیٰ نور کا کام کیا۔ شرکاء کا یہ تاثر ہے کہ ان کی قرأت کا یہ انداز تھا کہ قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ
سامعین کی سمجھ میں آرہا تھا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

اس دورۂ ترجمۂ قرآن یا ترجمانیٔ قرآن کے تجربے کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب موصوف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلم معاشرے میں فی الوقت جو بے شمار مشرکانہ و مبتدعانہ اوہام اور رسوم جاری وساری ہیں اور شفاعتِ باطلہ کے جس عقیدے نے جڑیں پکڑ رکھی ہیں ان سب کا بڑی حد تک ازالہ عوامی سطح پر دورۂ ترجمہ قرآن سے ہو سکتا ہے اور خالص توحید کا فہم عوام الناس میں راسخ کیا جاسکتا ہے۔

رمضان المبارک کی عظمت اور صوم و قیام لیل کی افادیت نیز ان کے باہمی ربط و تعلق کے متعلق راقم اپنی جانب سے کچھ عرض کرنے کے بجائے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی نہایت مختصر لیکن حد درجہ جامع تالیف "عظمت صوم" کے چند اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہے جس سے یہ بات بھی سمجھ میں آجائے گی کہ زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم والے معاملے کو حل کرنے کے لیے کس طرح اللہ تعالیٰ نے محترم ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی فرمائی اور ان کو اس سعادت سے نوازا اور ان کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا اہل و مصداق بننے کا موقع مرحمت فرمایا:

مَن قال بِہٖ صدق وَمن عمل بہٖ اُجِرَ وَمن حَکَمَ بہٖ عَدَلَ
ومن دعا الیہ ھُدِیَ الیٰ صراط مستقیم۔

"اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ رمضان المبارک کے پروگرام کی دو شقیں ہیں۔ ایک دن کا روزہ اور دوسرے رات کا قیام اور اس میں قرائت و استماعِ قرآن: اور اگرچہ ان میں سے پہلی شق فرض کے درجے میں ہے اور دوسری بظاہر نفل کے، تاہم قرآن مجید اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دونوں نے اشارۃً اور کنایۃً واضح فرمایا کہ یہ ہے رمضان المبارک کے پروگرام کا جزو لاینفک! یہی وجہ ہے کہ احناف کے نزدیک نماز تراویح واجب کے درجے میں شمار ہوتی ہے، ——— چنانچہ قرآن نے وضاحت فرمادی کہ روزوں کے لئے ماہ رمضان معیّن ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا تھا، گویا یہ ہے نزولِ قرآن کا سالانہ جشن!!

| | |
|---|---|
| شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ | رمضان کا مہینہ تھا جس میں قرآن |
| اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ | مجید نازل ہوا۔ |

اور احادیث نے تو بالکل ہی واضح کر دیا کہ رمضان المبارک میں 'صیام' اور 'قیام' لازم و ملزوم

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ :

۱۔ امام بیہقی نے رمضان المبارک کی فضیلت کے ضمن میں جو خطبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا 'شعب الایمان' میں نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ۔

| | |
|---|---|
| جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً | اللہ نے قرار دیا اس میں روزہ رکھنا |
| وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا | فرض اور اس کا قیام اپنی مرضی پر |

گویا قیام اللیل اگرچہ " تَطَوُّعًا " ہے تاہم اللہ کی جانب سے 'مجعول' بہرحال ہے۔

۲۔ بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں نے حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

| | |
|---|---|
| مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ | جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان |
| احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ | و احتساب کے ساتھ بخش دیئے گئے اس |
| ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا | کے تمام سابقہ گناہ۔ اور جس نے (راتوں) |
| وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ | کو قیام کیا رمضان میں ایمان و احتساب |
| مِنْ ذَنْبِهٖ | کے ساتھ بخش دیئے گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ |

۳۔ امام بیہقی نے 'شعب الایمان' میں حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے روایت کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

| | |
|---|---|
| اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ | روزہ اور قرآن بندہ مومن کے حق میں |
| لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ | سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا۔ اے |
| اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ | رب ! میں نے اسے روکے رکھا دن میں |
| بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَ | کھانے اور خواہشات سے پس اس کے |
| يَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ | حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن |
| بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ | کہے گا میں نے روکے رکھا اسے رات کو |

نیند سے پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما تو دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

**اور اب غور فرمائیے صوم رمضان کی حکمتوں پر !**

حقائق متذکرہ بالا کے پیش نظر صیام و قیام رمضان کی اصلی غایت و حکمت اور ان کا اصل ہدف و مقصود ایک جملے میں اس طرح سمویا جاسکتا ہے کہ :۔ ایک طرف روزہ انسان

کے جسدِ حیوانی کے ضعف و اضمحلال کا سبب بنے تاکہ روحِ انسانی کے پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیاں کچھ ہلکی ہوں اور بہیمیت کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی اور سسکتی اور کراہتی ہوئی روح کو سانس لینے کا موقع ملے ــــ اور دوسری طرف قیام اللیل میں کلامِ ربانی کا روح پر ورِ نزول اس کے تغذیہ و تقویت کا سبب بنے ــــ تاکہ ایک جانب اس پر کلامِ الٰہی کی عظمت کماحقہٗ منکشف ہو جائے اور وہ اچھی طرح محسوس کرے کہ یہی اس کی بھوک کو سیری اور پیاس کو آسودگی عطا کرنے کا ذریعہ اور اس کے دکھ کا علاج اور درد کا درمان ہے ــــ اور دوسری جانب روحِ انسانی از سر نو قوی اور توانا ہو کر "اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز" ہو گویا اس میں تقرّب الی اللہ کا داعیہ شدت سے بیدار ہو جائے اور وہ مشغول دعا و مناجات ہو جو اصل روح ہے عبادت کی اور لبِّ لباب ہے رشد و ہدایت کا!

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں صوم رمضان سے متعلق آیات میں:

اوّلاً ــــ مجرد صوم کی مشروعیت اور اس کے ابتدائی احکام کا ذکر ہوا اور اس کی غرض و غایت بیان ہوئی "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" کے الفاظ میں اور

ثانیاً ــــ صومِ رمضان کی فرضیت اور اس کے تکمیلی احکام کا بیان ہوا اور اس کے ثمرات و نتائج کا ذکر ہوا دو طرح پر:

ایک ــــ "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" کے الفاظ میں جو عبارت ہے انکشافِ عظمتِ نعمتِ قرآن اور اس پر اللہ کی جناب میں ہدیۂ تکبیر و شکر پیش کرنے سے ــــ اور

دوسرے ــــ "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ...... لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ کے الفاظ میں جو عبارت ہے انسان کے متوجہ الی اللہ و متلاشیِ قربِ الٰہی اور مشغولِ دعا اور محوِ مناجات ہونے سے جو اصل حاصل ہے عبادت رب کا!

الغرض! صیام و قیامِ رمضان کا اصل مقصود یہ ہے کہ روحِ انسانی بہیمیت کے غلبے اور تسلط سے نجات پا کر گویا حیاتِ تازہ حاصل کر لے اور پوری شدت و قوت اور کمالِ ذوق و شوق کے ساتھ اپنے رب کی جانب متوجہ ہو جائے۔"

امپورٹ۔ ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

# رینبو انٹرنیشنل

فون: ۳۰۳۳۵۵
۳۰۳۳۷۷

## برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ✤ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ✤ کاٹن گارمنٹس ✤ احرام تولیہ ✤ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ✤ لکڑی کا فرنیچر۔

## درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ✤ سٹکر فلم ✤ سوچ سٹارٹر
ربڑ ٹیسٹکس ✤ پولیسٹر ریان۔

## مرکزی دفاتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۶ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور
ذیلی دفاتر:۔ کراچی ۔ فیصل آباد۔

# دورۂ ترجمہ قرآن کے شرکاء کے تاثرات

مرتبہ: محمد احمد

(ریکارڈنگ انجینئر نشر القرآن)

الحمدللہ! ۲۹ دیں شب کو ۱۲ بجے دورۂ ترجمہ قرآن کا نہایت بابرکت مگر کسی قدر کٹھن پروگرام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ دورہ ترجمہ قرآن کو ۹۰ C کے ۷۸ کیسٹوں پر مشتمل سیٹ میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ادارہ نشر القرآن کا یہ سب سے طویل اور مشکل ترین پروجیکٹ ہو گا۔ یہ سیٹ ادارہ نشر القرآن سے رابطہ قائم کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس موقع پر جن تاثرات کا اظہار کیا گیا ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے ——!!

اختتام پروگرام پر کچھ شرکاء کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ سب سے پہلے ملک کے مشہور و معروف سائیکالوجسٹ و ڈائریکٹر فونٹین ہاؤس لاہور، ڈاکٹر رشید چوہدری صاحب نے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری سب سے بڑی کمزوری عربی زبان سے ناواقفیت ہے کہ ہم قرآن مجید کے مفاہیم کو براہ راست سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہمیں اپنی پہلی فرصت میں ہی عربی زبان پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم اس مقدس کتاب ہدایت کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو سکیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دورۂ ترجمہ قرآن کی سماعت کے دوران بعض بہت اہم نکات جو ہمیں آج تک معلوم نہ تھے' ان سے واقفیت حاصل ہوئی اور قرآن حکیم کا تصور حیات حقیقی معنوں میں سامنے آیا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر خود عامل ہوں' اسے دوسروں تک پہنچائیں اور بالفعل قرآن و سنت پر مبنی ایک معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ ہم کو پورے قرآن حکیم کی تراویح کی نماز کے ساتھ ترجمہ اور ضروری تشریحات سننے کی جو سعادت ملی ہے اس کا حق اور شکر اسی طرح ادا ہو گا۔

وزیر خان صاحب محکمہ ٹیلی گراف و ٹیلیفون میں ڈائریکٹر اکاؤنٹس ہیں۔ اس مرتبہ وہ جامع القرآن ہی میں معتکف بھی تھے۔ انہوں نے بھی عربی زبان پر عبور کو بنیادی ضرورت قرار دیا۔

اور فرمایا کہ اس پروگرام کا فائدہ تو ہوا اگر صحیح معنوں میں ہم حق اس طرح ہی ادا کر سکتے ہیں کہ اپنی زندگیوں میں احکامات ربانی کو جوں کا توں داخل کر لیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ اپنی منزل رب العزت کی رضا ہی کو سمجھیں۔ آخرت سنوارنے میں لگ جائیں۔ یہی ہمارا مقصد حیات ہے۔ اسی کے لئے ہمیں کوشاں ہو جانا چاہیئے۔

**ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب:** خواجہ صاحب شادباغ کے سابق کونسلر ہیں اور بہت ہی معروف اور ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔ بچوں میں تعلیمات قرآنی کا شوق پیدا کرنے کے لئے چلڈرن قرآن سوسائٹی کے پلیٹ فارم پر کام کر رہے ہیں۔ موصوف نے پنجابی زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کر کے ماحول کی یکسانیت کو بدل دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے شکر و سپاس کے بعد امیر محترم اس پروگرام کی بخیر تکمیل پر مبارکباد کے مستحق ہیں اور امیر محترم نے جس آسان اور قابل فہم انداز میں قرآن حکیم کا ترجمہ و آیات کے سیاق و سباق اور ربط و نظم کو بیان کیا ہے اس سے ہر ہر پہلو اجاگر ہو گیا ہے اور ہمارے اوپر ایک واضح حجت قائم ہو گئی ہے۔ اب پکڑ آئے گی تو یہ کہ قرآن کو اگر سمجھ لیا تھا تو اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہمارا جواب کیا ہو گا۔ آئیے آج عہد کریں کہ اپنی زندگیوں اور ماحول کو احکام قرآنی میں رنگ لیں۔ انقلاب قرآنی کے لئے تمام اختلافات سے بالاتر ہو کر ایک امت کی حیثیت سے تمام نوع انسانی پر حجت قائم کر دیں۔ یہ ایک فرض ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر عائد کیا تھا اسے پورا کر دیں تاکہ آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ خواجہ صاحب نے مزید کہا کہ " جہاں شرکاء پروگرام نے باقاعدگی سے شدید گرمی میں روزے رکھے اور راتوں کو پروگرام میں بھرپور شرکت کی وہاں ان کی روزمرہ کی معروفیات حسب سابق جاری رہیں —

یہاں ایک محترم دوست کا ذکر کر دینا باعث دلچسپی ہو گا جو کہ گھی کارپوریشن میں جنرل مینجر ہیں۔ اس سلسلہ میں روزانہ شیخوپورہ جایا کرتے ہیں۔ دوران رمضان ان کی معروفیات میں دورہ ترجمہ قرآن بھی شامل ہو گیا اور وہ اس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔ انسان پکا ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کٹھن کام کو بھی آسان کر دیتا ہے۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ رب کریم ہماری زندگیوں کو کتاب مبین کے تابع کر دے اور ہمیں حقیقی معنوں میں مومن بنا دے۔ اور ہمیں ہمت و توفیق عطا فرمائے کہ ہم سچے اور حقیقی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا حق ادا کر سکیں۔ آمین یارب العلمین!

**جناب محمد اشرف صاحب** نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ دو سعود

عرب میں جامعہ ام القریٰ مکہ مکرّمہ سے متعلق ہیں۔ تعطیلات گزارنے اپنے وطن لاہور آئے ہوئے تھے۔ اخبارات میں تراویح کے ساتھ جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے دورۂ ترجمہ قرآن کا اشتہار دیکھا چنانچہ شروع ہی سے اس میں شرکت کی لیکن تین چار دن ہی شرکت ممکن تھی چونکہ تعطیلات ختم ہو رہی تھیں۔ یہ پروگرام بالخصوص قرآن حکیم کے مطالب و مفاہیم پر ڈاکٹر صاحب کی عمیق نظر اس پر مستزاد ان کا انتہائی مؤثر اور دل میں گداز پیدا کرنے والا اسلوب بیان، ان چیزوں نے ذہن و قلب پر اتنا گہرا اثر کیا کہ اس پروگرام کو چھوڑ کر سعودی عرب جانے پر کسی طرح دل آمادہ نہیں تھا۔ لیکن ملازمت کا معاملہ اور مجبوری تھی۔ لہٰذا بادل نخواستہ ڈیوٹی Join کرنے کے لئے سعودی عرب چلا گیا۔ حرم شریف پہنچ کر عمرہ ادا کیا اور ملتزم سے لپٹ کر نہایت الحاح و زاری کے ساتھ اللہ سے دعا کی کہ وہ اپنے خاص فضل سے کوئی ایسا موقع فراہم کر دے کہ میں فوراً ہی لاہور پہنچ جاؤں تاکہ اس پروگرام میں آخر تک شریک رہ کر اس سے اپنے ذہن، قلب اور روح کو قرآن حکیم کی سماعت کے ساتھ اس کے مطالب و مفاہیم سے منوّر کر سکوں۔ ؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ کے مصداق دعا قبول ہوئی۔ دوسرے روز جیسے ہی اپنی ڈیوٹی پر پہنچا فوری طور پر ایک ایسا سبب پیدا ہو گیا کہ مجھے سرکاری کام سے پاکستان آنے کے احکام مل گئے۔ چنانچہ میں نے نہایت عجلت کے ساتھ تفویض کردہ کام سمجھا اور بعجلت عازم سفر ہو کر لاہور پہنچ گیا۔ اور اس طرح دوبارہ اس بابرکت اور مفید پروگرام میں اللہ تعالیٰ نے شرکت کی سعادت عطا فرمائی ــــــ موصوف نے مزید کہا کہ مطالعہ اور ترجمہ قرآن حکیم کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ لیکن خوش الحانی کے ساتھ سمع قرآن میں جو کیف ہے اور ڈاکٹر صاحب کے حد درجہ پُر تاثیر اور جامع انداز بیان سے قرآن حکیم کے جو معارف اس پروگرام میں منکشف ہوتے ہیں، وہ پہلے نہیں ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے کتاب و سنّت کا محض سکالر کی حیثیت سے مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسے اپنے قلب و ذہن حتیٰ کہ روح میں جذب کر لیا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے کلام پاک میں معجزانہ طور پر کشش، جاذبیت اور بے نہایت اثر رکھا ہے وہاں ڈاکٹر صاحب کے سینے کو اپنے کلام کے معارف، اس کے عرفان کا اعلیٰ فہم عطاء فرمایا ہے اور ساتھ ہی انتہائی پر تاثیر اسلوب و انداز بیان بھی عنایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی مساعی کو دنیا و آخرت میں مشکور فرمائے۔ پاکستان اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ اسے ڈاکٹر صاحب جیسا مخلص خادم قرآن حکیم میسر آ گیا ہے۔ اب اہل پاکستان کی ذمّہ داری ہے کہ ایک طرف وہ اپنی زندگیاں قرآنی تعلیمات کے مطابق استوار کرنے کی کوشش کریں دوسری طرف

اس خادمِ دین کے ساتھ تن، من، دھن سے عملی تعاون کر کے کتاب و سنّت کی تعلیمات کی دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اسلامی انقلاب عملاً برپا کرنے کی راہ ہموار کرنے کے لئے کوشاں ہوں۔ اسی میں دنیا اور دین کی فوز و فلاح مضمر ہے۔

جناب شبّیر احمد صاحب بخاری سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن پنجاب نے اپنے مراسلہ میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے اس میں سے اس پروگرام سے متعلقہ حصّہ حسب ذیل ہے:

"برعظیم پاک و ہند میں تراویح کا جو روایتی طریق جاری ہے وہ اپنی پوری سعادتوں برکتوں اور روحانی لطافتوں کے باوجود اس روح اور جذبے سے محروم ہوتا چلا جا رہا ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا امتیازِ خصوصی تھا اور وہ حرف و معنی (قرأت و فہم) کا باہمی بامعنی اور نتیجہ خیز رابطہ تھا جو ایک باشعور اسلامی زندگی کی ٹھوس اساس فراہم کر سکتا تھا ہمارے ساتھ یہ المیہ بھی ہوا کہ برطانوی استبداد نے اپنی سامراجی مصلحتوں کے پیشِ نظر ہمارا رشتہ عربی اور فارسی سے بے حد کمزور کر دیا اور گذشتہ ڈیڑھ دو صدیوں میں ہم عامۃ المسلمین کے لئے تراویح میں تلاوت کردہ قرآنی آیات سمجھنے کا کوئی متبادل نظام بروئے کار نہیں لا سکے۔ میرے بعض دوست جنہیں دیوبند ڈھابیل اور دیگر دینی اداروں سے تعلق رہا ہے محسوس کرتے ہیں کہ بلا شبہ اس خصوص میں جزدی، تشنہ اور سطحی، ہنگامی مساعی کے سوا ہم کوئی مستقل اور مستحکم نظام برپا نہیں کر سکے جن میں ہر چار رکعت سے پہلے، پڑھی جانے والی آیات کا ترجمہ اور ضروری مقامات کی تشریح کی جا سکے۔

کچھ لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ مسلسل سماعِ قرأت کا کیف اور ذوق درمیان میں کسی وعظ و کلام کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے برعکس کچھ لوگ ذہنی کیف و سرور کو اتنا اہم نہیں سمجھتے اور ان کا موقف یہ ہے کہ اصل مقصد تو ہم عجمیوں کے لئے قرآن مجید سمجھنا ہے محض حسنِ سماعت ہی کافی نہیں مقصود حسنِ شعور ہے حسنِ معنی ہے۔

امیرِ خدام القرآن محترم حضرت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا اس سال کا تجربہ نمازِ تراویح افادیت کا ایک روشن تر پہلو سامنے لاتا ہے جو حسنِ سماع اور حسنِ شعور کا امتزاجِ جمیل ہے شب بیداری کا عرصہ اگرچہ طویل تر ہے اور بعض کمزور طبائع اس سے متاثر بھی ہوں گی لیکن ڈاکٹر صاحب کی عزیمت نے اسے سہل کر دیا ہے۔ دراصل اس تجربے کی کامیابی میں ان کا ذاتی شغفِ قرآنی اور وہ جذبۂ حبِّ قربانی کارفرما ہے جو وہ اپنے رفقاء میں پیدا کر سکے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۴۷ پر)

# هدایات

از: ڈاکٹر اسرار احمد: امیر تنظیم اسلامی

مرتبہ: چوہدری غلام محمد: قیم تنظیم اسلامی

تنظیم اسلامی پاکستان کے ۹ویں سالانہ اجتماع کی مختصر رپورٹ ماہنامہ میثاق کے جولائی ۸۴ کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن اس اجتماع میں امیر تنظیم کے اختتامی خطاب کی تفصیلات اور بالخصوص اس موقع پر رفقاء کے لیے امیر تنظیم کی ہدایات شامل اشاعت نہ ہو سکی تھیں۔ یہ خطاب چونکہ خصوصی اہمیت کا حامل تھا لہٰذا اس کا خلاصہ اس شمارے کے ذریعے سے قارئین میثاق تک پہنچایا جا رہا ہے۔ ویسے ان ہدایات میں دعوتِ دین کا کام کرنے والے ہر فرد کے لئے رہنمائی موجود ہے (ادارہ)

امیر محترم نے سورہ والضحیٰ اور سورہ الانشراح کے حوالہ سے گفتگو کا آغاز فرمایا اور اس کے پس منظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کیفیات، ابتداءً احساس فرض کا بوجھ، مشکلات اور مایوسی کی تاریکیاں بعدہٗ فضل خداوندی سے آسانیوں کا ظہور اور صبح امید کی نمود کا تذکرہ فرما کر تنظیم اسلامی کے گزشتہ ادوار کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ کہ کس طرح انتہائی مشکل مراحل میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے ہماری دستگیری کی۔ الحمد للہ ابتدائی مشکلات کا دور گزر چکا اور اب اس سالانہ اجتماع سے ایک امید افزا کیفیت کا احساس ہو رہا ہے۔ قافلہ تشکیل پا چکا ہے۔ اگرچہ ابھی ہم نے کچھ فاصلہ طے نہیں کیا تاہم سفر کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب انشاء اللہ العزیز قافلہ کی وسعت بھی بڑھے گی اور رفتار میں بھی اضافہ ہوگا۔ امیر محترم نے تحدیثِ نعمت کے طور پر بعض اطمینان بخش باتوں کا بھی تذکرہ فرمایا جن میں اہم تر سالانہ اجتماع کی مجموعی کیفیت، میثاق و حکمتِ قرآن کی روز افزوں اشاعت، مالیاتی معاملات کی اطمینان بخش کیفیت اور سب سے بڑھ کر سنت بیعت کے مردہ تصوّر کو زندہ کرنے کی توفیق شامل ہے۔ امیر محترم نے آئندہ سال کو استحکام کا سال قرار دیا۔ اور رفقاء کو تہذیب و تربیتِ ذات کی طرف متوجہ فرمایا اور آئندہ پروگرام میں اولین ترجیح ایک موزوں

تربیتی نظام کے قیام کو قرار دیا۔ آپ نے اس کی متوقع تفصیلات کی طرف بھی کچھ اشارے فرمائے اور رفقاء کو ان سے استفادہ کی تلقین فرمائی۔ آخر میں امیرِ محترم نے چند عمومی ہدایات تلقین فرمائیں جن کا اجمالی تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۱:۔ **ادب و احترام** ہمیں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ " باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب" ہماری تہذیب کا رخ یہی ہے۔ یہ احترام و تعظیم اور حفظ مراتب ہر پہلو سے ہونا چاہیئے۔ عمر، علم، مرتبہ و مقام اگرچہ وہ دنیاوی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اگر یہ ہمارے بھائی کو میسر ہے اور اس نے اس کو خدمت دین میں لگا دیا ہے تو وہ زیادہ لائق ستائش اور قابلِ احترام ہے۔ اسی طرح تنظیم اسلامی کے نظم میں بھی اس کا درجہ بدرجہ اہتمام ضروری ہے۔ امیرِ محترم نے مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی قرآن کے حوالہ سے یہ بتایا کہ امیر اور مامورین کے مابین تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے مابین تعلق کا ایک عکس ہونا چاہیئے۔ اس کے بغیر وہ فضا پیدا نہیں ہو سکتی جس میں برکات اور سعادتوں کا نزول ہو۔

۲:۔ **اسلاف سے تعلق** اسلاف سے بالخصوص ادب و احترام اور حسن ظن کا تعلق استوار رہنا چاہیئے۔ اگرچہ وہ تنقید سے بالاتر نہیں اور ان سے اختلاف ممکن ہے۔ ہمارے لیے اصل رہنمائی اور حجت کتاب و سنت ہے۔ دشمنانِ اسلام نے ہمارے بزرگوں کے ملفوظات اور کتب میں تدسیس کی ہے۔ اگر ان کے کسی معاملہ کی تاویل ممکن نہ ہو تو اسے انہی دشمنانِ اسلام کے کھاتہ میں ڈال دینا اور اسلاف سے حسنِ ظن قائم رکھنا مناسب ہوگا۔ امیرِ محترم نے مزید فرمایا کہ اسلاف کی متفقہ رائے سے اختلاف خواہ وہ کسی ایک ہی مسئلہ میں ہو انتہائی خطرناک ہے۔ اس طرح فتنوں کا آغاز ہوتا رہا ہے۔ قادیانیت اور پرویزیت کے ناسور اسی طرح پیدا ہوئے۔ اگر کسی مسئلہ میں اسلاف کا اختلاف رائے ہو تو کسی ایک رائے کو اختیار کر لیا جائے لیکن مجمع علیہ مسائل سے انحراف اسلاف سے قطع تعلق کے مترادف ہے۔

۳:۔ **فقہی اختلافات سے گریز** رفقاء کے لیے ضروری ہے کہ فقہی اختلافات کو کبھی گفتگو کا موضوع نہ بنائیں ان کا بیان ہماری تحریک سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آپ جس فقہی مسلک پر مطمئن ہیں اس پر عمل کیجئے آپ کا خاموش عمل زیادہ اثر انگیز ہوگا۔

۴:۔ **لٹریچر کا مطالعہ** ہماری تحریک کی بنیاد قرآن حکیم سے اکتساب فیض ہے اور اس کے

لیے تلقین ہوتی رہی ہے۔ نتیجۃً لٹریچر کے معاملہ میں کچھ بے اعتنائی کی کیفیت ہے۔ لہٰذا ہم آہنگی پیدا نہیں ہو رہی۔ اس عدم توازن کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ امیرِ محترم نے ہر رفیق کے لیے ضروری قرار دیا کہ اپنی پہلی فرصت میں مندرجہ ذیل چار کتب کا مطالعہ ضرور کرے۔
۱۔ تحریک جماعت اسلامی، ۲۔ سرافگندیم، ۳۔ قراردادِ تاسیس، ۴۔ شرائطِ شمولیت و نظام العمل۔
اوّل الذکر دو کتابیں ہمارے کام کا تاریخی جائزہ، تاریخ امت مسلمہ اور امیرِ محترم کے پس منظر سے بحث کرتی ہیں۔ اور اس کام سے وابستہ حضرات کے لیے یہ بہت ضروری ہیں آخر الذکر دو کتابچے انتہائی اہم ہیں اور خصوصی اجتماعات میں ان کا مطالعہ وقتاً فوقتاً ہوتے رہنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ بھی اب ہمارے پاس لٹریچر کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ رفقاء بالخصوص نوجوان اس کا اس طرح بغور مطالعہ کریں کہ استدلال کی کڑیاں ذہن میں محفوظ ہو جائیں۔ مضمون کو پوری طرح جذب کرنے کے بعد ہی بہتر پیش کش کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

۵ **تجوید و قرأت** | اس فن کو اس حد تک حاصل کرنا بہت ضروری ہے کہ قرآن مجید کا صحیح پڑھنا آجائے۔ امیرِ محترم نے مزید فرمایا کہ ہر رفیق کو کم از کم منتخب نصاب اور آخری پارہ ضرور حفظ کر لینا چاہیئے۔

۶ **ذاتی محاسبہ** | ہر رفیق کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے اور یہ عادت پختہ کر لینی چاہیئے کہ اپنے فرائض پر کڑی نگاہ رہے لیکن دوسروں کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر ہو۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو گا۔

۷ **تفریغِ اوقات** | امیرِ محترم نے ارشاد فرمایا کہ رفقاء کا کچھ وقت فارغ کرنا اس وقت ہماری بہت بڑی ضرورت ہے۔ اب دعوتی مقاصد کے لیے اکیلے نکلنا کچھ زیادہ سود مند نہیں رہا۔ بلکہ لوگ قافلہ کی شکل میں نکلیں اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق کام سنبھالیں یہ کام ہر سطح پر جاری ہونا چاہیئے۔ مرکزی اور صوبائی سطح پر، شہروں، قریوں اور محلوں میں قافلے ترتیب پائیں اور دعوت فروغ پذیر ہو۔ اس کے لیے مرکز سے منصوبہ بندی مشکل کام ہے۔ رفقاء کے احساس فرض اور ادائیگی فرض کی دھن ہی سے مسئلہ حل ہو گا اور توسیع دعوت کے نئے افق روشن ہوں گے۔

امیرِ محترم نے خطاب کے آخری حصہ میں اذکار مسنونہ کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے

کہا کہ اگرچہ مجسم اور سب سے بڑا ذکر قرآنِ حکیم اور اس کی جامع ترین صورت نماز ہے جس میں انسان کے اعضاء و جوارح اور قلب و ذہن مصروفِ ذکر ہوتے ہیں۔ تاہم اذکارِ مسنونہ بالخصوص ادعیہ ماثورہ سے انسان کے معمولات کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ اور زندگی کی ہر حرکت کی دو نسبتیں قائم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا الفاظ محمدی میں۔ اس کے علاوہ حضور اکرمؐ سے ثابت اذکار امراض قلب کے لیے تریاق کا اثر رکھتے ہیں۔ ان کے ذریعہ قلب پر مسلسل معرفتِ الٰہی کا فیضان ہوتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

## (بقیہ: تأثرات)

اس لئے شاید کسی دوسری جگہ جہاں Motivation اس سطح تک نہ ابھر پایا ہو، یہ تجربہ اتنا کامیاب نہ ہو سکے۔

لیکن خدام القرآن کی یہ عملی سعی قرآن فہمی کی جانب ایک بھرپور قدم ہے جو انشاء اللہ اپنے لئے خود نئی نئی راہیں خود پیدا کرے گا جو منزل رسی کی دلیل ہوں گی۔

وادیٔ عشق بسے دور و دراز است ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافہ اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

قسط (۳)

# اسلام میں عملی زندگی ارشاداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

ملک اقبال واحد

**بخل**

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنّت میں نہ جاسکے گا۔" (ترمذی)

**حرص و ہوس**

حضرت کعب بن مالکؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھُوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے، اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان انسان کی حرص دولت وجاہ اُس کے دین کو پہنچاتی ہے۔" (ترمذی)

**ضرر رسانی اور فریب**

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ روایت کرتے ہیں، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔" (ترمذی)

**آبرو ریزی**

حضرت سعید بن زید رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا سُود مسلمان کی بلاوجہ آبروُریزی ہے۔" (ابوداؤد)

**ترک غیر مفید**

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کے کمال میں یہ بھی داخل

ہے کہ وہ فضول اور غیر مفید باتوں اور کاموں کو چھوڑ دے۔" (ابنِ ماجہ)

**غیر ذمہ داری**

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ جو کچھ سُنے اسے بیان کرتا پھرے۔" (متفق علیہ)

**بدگمانی**

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے۔" (متفق علیہ)

**فضول خرچی**

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے فضول بحث و کلام کو، اور کثرت سے سوال کرنے کو اور مال کے ضائع کرنے کو۔" (مسلم)

**گناہِ صغیرہ**

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: " اے عائشہ حقیر اور معمولی گناہوں سے بھی بچو۔ اللہ تعالےٰ اُن کے بارے میں بھی بازپرس کرنے والا ہے۔" (ابن ماجہ)

**ہوسِ اقتدار**

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: عنقریب تم امارت اور حکومت کے حریص ہو جاؤ گے۔ لیکن وہ قیامت کے دن ندامت اور رسوائی کا سبب ہو گی۔" (نسائی)

**عصبیّت جاہلیّت**

حضرت واثلہ رضؓ سے روایت ہے کہ" میں نے عرض کیا یارسول اللہ عصبیّت جاہلیّت کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا عصبیّت یہ ہے کہ تُو ظلم پر اپنی قوم کی حمایت کرے۔" (ابوداؤد)

**عیش و آرام طلبی**

حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے، کہ " رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: معاذ! عیش اور آرام طلبی سے بچتے رہنا۔ خدا کے خاص بندے عیش طلب اور آرام پسند نہیں ہوا کرتے۔" (مسندِ احمد)

**حبط اعمال**

حضرت ثوبان رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تین باتیں ہیں جن کے ساتھ کوئی عمل نفع نہ دے گا۔

اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی اور معرکۂ حق و باطل سے فرار (مسلم)

**درازِ امیدیں** حضرت عروہ بن شعیبؓ اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِس اُمّت کی پہلی اصلاح دولتِ یقین اور زہد و پرہیزگاری کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس کی سب سے پہلی ہلاکت اور بربادی بخل اور درازِ امیدوں کی وجہ سے ہوگی" (شعب الایمان)

**خودکشی** حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ خودکشی کرنا اور دیدہ و دانستہ جھوٹی بات کہنا" (بخاری)

**ذمہ داری سے فرار** حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جس کا کفیل ہو اس کی کفالت سے ہاتھ اُٹھا لے" (ابوداؤد)

**گناہ** حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ "رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اگرچہ تم کو قتل کر ڈالا جائے یا جلا دیا جائے، اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تم کو اپنے اہل و عیال اور مال و منال چھوڑ دینے کا حکم دیں۔ ایک بھی فرض نماز قصداً نہ چھوڑو۔ جس نے ایسا کیا اُس کے لیے اللہ کی حفاظت باقی نہ رہی۔ شراب کبھی نہ پیو۔ اِس لیے کہ یہ تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ ہر گناہ سے بچو، اس لیے کہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے" (مسند احمد)

---

# حقوق و واجبات

**اللہ تعالیٰ** حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو بندوں کا خدا پر اور خدا کا بندوں پر کیا حق ہے؟ خدا کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جب وہ ایسا کریں تو اُس پر یہ حق ہے کہ پھر ان کو عذاب نہ دے" (مسند احمد)

## ماں باپ

حضرت ابی امامہ رضؓ سے روایت ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماں باپ کے حقوق کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ماں باپ اولاد کے لیے جنّت بھی ہیں اور دوزخ بھی (یعنی ان کی اطاعت و خوشنودی سے جنّت اور ان کی نافرمانی و ناراضگی سے دوزخ ملتی ہے۔)" (ابن ماجہ)

## ماں

حضرت مغیرہ رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی، اس کو اذیت رسانی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، بخل اور گداگری کو حرام قرار دیا ہے۔ اور بے فائدہ بحث و کلام، زیادتیِ سوال، اور مال کو ضائع کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔" (بخاری)

## باپ

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔" (ترمذی)

## شوہر

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" (ترمذی)

## خدّام

حضرت علی رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی کے آخری کلمات کی روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نماز کی نگہداشت اور اہتمام کرو اور جو تمہارے دستِ نگر ہوں اُن کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو۔" (الادب المفرد)

## ہمسایہ

حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے کا ایمان راہِ راست پر قائم نہیں رہ سکتا جب تک اُس کا دل راہِ راست پر قائم نہ ہو اور کسی کا دل راہِ راست پر قائم نہیں رہ سکتا جب تک اُس کی زبان راہِ راست پر قائم نہ ہو اور کوئی شخص جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ہمسایہ اُس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔" (مسند احمد)

**مسلم**

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ جب وہ ملے تو سلام کرے۔ جب وہ پکارے تو جواب دے۔ جب وہ چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہے۔ جب بیمار ہو تو مزاج پرسی کے لیے جائے۔ جب مرے تو جنازہ کا ساتھ دے اور آخری بات یہ ہے کہ اس کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے۔" (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ کوئی کسی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ جو کسی کی حاجت پوری کرے گا، اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا۔ جو کسی کی تکلیف دور کرے گا اللہ اس کی تکلیف دور کرے گا۔ جو کسی کی عیب پوشی کرے گا اللہ اس کی عیب پوشی کرے گا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا۔ بدگمانی جھوٹی بات ہے۔ غیبت نہ کرنا اور نہ سننا۔ حسد اور بغض سے بچنا۔ اور اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا جیسا کہ تم کو اللہ کا حکم ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ چنانچہ کوئی اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے۔ حقیر نہ جانے۔ رسوا نہ کرے۔ مسلمان کا مال خون اور عزت دوسرے مسلمان پر مطلق حرام ہے۔" (ترمذی)

# اقتصاد و معاش

**رزقِ حلال**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان اور نماز کی فرضیت کے بعد حلال و طیب روزی کی تلاش و جدوجہد فرض ہے۔" (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص خدا کے مقرر کردہ رزق کو حاصل کیے بغیر موت کا شکار نہ ہوگا۔

سُنو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور رزق کے حصول میں ناجائز ذرائع سے کام نہ لو۔ رزق کے ملنے میں تاخیر تمہیں ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر آمادہ نہ کردے۔ اللہ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ صرف اُس کی اطاعت سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔" (شرح السنۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ" رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص رزقِ حلال کھائے، میری سنّت پر عمل کرے اور مخلوق کو اپنے شر سے محفوظ رکھے، وہ جنّت میں داخل ہوگا۔" (ترمذی)

## سچّا تاجر

حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے، کہ":
" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: سچّا اور دیانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔" (ترمذی)

## برکت

حضرت ابوخالد رضؓ سے روایت ہے کہ" رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو (خریداری فسخ کرنے کا اس وقت تک) اختیار ہے جب تک الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچّائی سے کام لیں، سچ بولیں تو اُن کی تجارت میں برکت دی جائے گی۔" (بخاری)

## حُسنِ معاملہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ" رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:" جو شخص چاہتا ہے کہ اسے دوزخ سے دُور رکھا جائے اور اُسے جنّت میں داخل کردیا جائے تو اُس کی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اُس کی موت اللہ تعالیٰ اور ایمان بالآخرت کے ساتھ ہو اور لوگوں کے ساتھ اُس کو وہی معاملہ کرنا چاہیئے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اُس کے ساتھ کریں۔" (مُسلم)

## نرمی و فیّاضی

حضرت جریر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم فرمائے۔ جو خرید و فروخت میں اور اپنے حقوق کا تقاضا کرتے وقت نرمی و فیّاضی سے کام لے۔" (بخاری)

## مقروض

حضرت ابوقتادہ رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس شخص کو پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کی سختیوں سے بچائے وہ تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا قرض معاف کردے۔" (مسلم)

(جاری ہے)

افکار و آراء

# بیعت علیٰ ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
# (مکہ میں رسول اللہؐ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت)

میثاق کے گذشتہ شماروں میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی جاتی رہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جماعت سازی کا جو اسوہ دیا وہ بیعت کی بنیاد پر تھا۔ اس بیعت کا ذکر جو سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ مدنی دور سے شروع ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ بیعت عقبہ اولی اور بیعت عقبہ ثانیہ اگرچہ مکہ کے نزدیک منیٰ کے علاقہ میں لی گئیں لیکن عملی طور پر اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا مکی دور ختم ہو چکا تھا کیونکہ مکہ والوں نے حضورؐ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور آپؐ کے لئے اب شہر مکہ میں کوئی جگہ نہ تھی۔ مزید برآں بیعت کرنے والے تمام کے تمام لوگ مدینہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے آنحضورؐ کو مدینہ تشریف لے جانے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ یہ بیعت حقیقتاً مدنی دور کا آغاز تھا۔ مکی زندگی میں مسلمانوں کو حکمت دعوت کے ضمن میں ہاتھ باندھے رکھنے اور Retaliate نہ کرنے کا حکم تھا۔ لیکن اس بیعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صرف تزکیۂ نفس کی بیعت نہ تھی بلکہ اصلاً جہاد اور قتال کی بیعت تھی۔ تاریخ کی کتابوں نے اس کو بیعتہ الحرب یعنی جنگ کی بیعت کا نام بھی دیا ہے۔

دوسری بیعت عقبہ جو ذی الحجہ ۱۳ نبوی کو ہوئی اس میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ حضورؐ نے اس وقت فرمایا کہ جس کو بولنا ہو مختصر بولے اور بات کو طول نہ دے۔ کیونکہ مشرکین کے جاسوس کھوج میں لگے ہوئے ہیں حضرت عباس بن عبدالمطلب نے بات کا آغاز کیا اور فرمایا "اے خزرج کے لوگو ہم نے محمدؐ کی غیر مسلم لوگوں کے خلاف حمایت و حفاظت کی ہے۔ اب وہ تمہارے ہاں جانے پر راضی ہیں تم ان کو مدعو کر رہے ہو تو سوچ لو کہ تم اس ذمہ داری کو اٹھا لو گے؟ اگر تم کسی درجے میں بھی اس بات کا اندیشہ رکھتے ہو کہ تمہیں ان کا ساتھ چھوڑ دینا اور انہیں دشمنوں کے حوالے کر دینا پڑے گا تو بہتر یہی ہے کہ ابھی سے ان کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ اپنی قوم میں مضبوط حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ ارشاد فرمائیں اور اپنے لئے جو عہد ہم سے لینا چاہیں لے لیں۔" اس

پر حضورؐ نے اپنی تقریر میں قرآن پڑھا۔ اللہ کی طرف دعوت دی۔ اسلام کی طرف رغبت دلائی اور اس کے بعد فرمایا "میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اسی طرح حمایت و حفاظت کروگے جس طرح خود اپنے بال بچوں کی کرتے ہو۔ براء بن معرورؓ نے حضورؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا "جی ہاں اس اللہ کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم آپؐ کی ہر اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے ہم خود اپنی جان اور اپنی آل اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس یا رسول اللہ! ہم سے بیعت لیجئے ہم جنگ آزما لوگ ہیں۔ ہم نے اپنے باپ دادا سے اس کو وراثت میں پایا ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں عقبہ میں ہم نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ہم کس بات پر آپؐ سے بیعت کریں۔ حضورؐ نے فرمایا اس بات پر کہ تم اچھے اور برے ہر حال میں حکم سنوگے اور اطاعت کروگے۔ خوشحالی ہو یا بدحالی ہر صورت میں مال خرچ کروگے۔ نیکی کا حکم دوگے اور برائی سے روکوگے اور اللہ کے معاملے میں حق بات کہوگے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروگے اور اس بات پر کہ جب میں تمہارے ہاں آؤں تو تم ہر اس چیز سے میری حفاظت کروگے جس سے اپنی جانوں اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہے۔ اس پر ہم اٹھ کر آپؐ کی طرف بڑھے اور آپؐ کا ہاتھ جماعت کے سب سے کمسن نوجوان اسعد بن زرارہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا "ٹھہرو اے اہل یثرب ہم اپنے اونٹ دوڑاتے ہوئے ان کے پاس اس کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں آئے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج ان کو نکال کر اپنے ساتھ لے جانا تمام عرب کی دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمہارے نونہال قتل ہوں گے اور تلواریں تمہارا خون چاٹیں گی۔ لہٰذا تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ تھام لو اور تمہارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ لیکن اگر تمہیں اپنی جانوں کا خوف ہے تو پھر ابھی سے چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کردو کیونکہ اس وقت عذر کردینا اللہ کے ہاں زیادہ قابل قبول ہوگا" اس پر سب لوگوں نے کہا "اسعد ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ خدا کی قسم ہم اس بیعت کو ہرگز نہ چھوڑیں گے اور نہ اس سے ہاتھ کھینچیں گے" اس کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جب مدینہ والوں نے آنحضورؐ کو نبی اور رسول مان لیا تو ان پر واضح تھا کہ نبی کا ہر حکم مطاع ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے باقاعدہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی اور وہاں موجود ہر آدمی اس عمل میں شامل ہوا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

زیرِ نظر مضمون میں ہم دیکھیں گے کہ یہ بیعت صرف مدنی دور کا خاصہ نہیں بلکہ حضورؐ کی دعوت کے مکی دور کے بالکل ابتدائی زمانہ میں حضورؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسلام کی بیعت کی گئی ۔ اس بات کے ثبوت میں صحیح مسلم شریف کی ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے ۔

عن ابن عباس قال ان ضمادًا
قَدِمَ مكة وَكان من ازدشنوءة
وكان يرقى من هذا الريح فسمع
سفهاءَ اهل مكة يقولون ان
محمدًا مجنون فقال لو انى
رأيت هذا الرجل لعلّ الله
يشفيه على يَدَى قال فلقيه
فقال يا محمد انّى ارقى من
هٰذا الريح فهل لك فقال رسول الله
صلّى الله عليه وسلّم ان الحمد
لِلّٰهِ نحمده ونستعينه من
يهده الله فلا مضلّ له و
من يضلله فلا هادى له و
اشهد ان لا اله الّا الله وحده
لا شريك لهٗ وَاشهد انّ
محمّدًا عبده ورسوله
اما بعد فقال اَعِدْ علىّ كلماتك
هٰؤلاءِ فاعادهن عليه رسول الله
صلّى الله عليه وسلّم ثلث مرّاتٍ
فقال لقد سمعت قول الكهنةِ
وقول السحرة وقول الشعراء
فما سمعت مثل كلماتك هٰؤلاء
ولقد بلغن قاموس البحر هات
يدك ابايعك على الاسلام

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت
ضماد (یا ضِماد) رضی اللہ عنہ مکہ آئے
اور ان کا تعلق قبیلہ شنوءہ کے ازد
سے تھا اور وہ جنون کی ہوا (جنون کا
کا علاج جھاڑ پھونک (تعویذ) سے
کرتے تھے ۔ پس انہوں نے مکہ کے
بیوقوفوں سے سن لیا ان کو یہ کہتے ہوئے
کہ محمدؐ مجنون ہیں ۔ تو انہوں نے فرمایا
اگر میں اس آدمی کو دیکھوں تو شاید
اللہ میرے ہاتھ سے ان کو شفا دے
فرمایا پھر وہ آپ سے ملے پس کہا اے
محمدؐ میں جنون کی ہوا سے جھاڑ
کرتا ہوں کیا آپؐ کو بھی یہ عارضہ ہے!
(یا میں علاج کر دوں) اس پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک کل شکر
اللہ کے لئے ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں
اور اس سے مدد مانگتے ہیں جس کو
اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے
والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کر دے
اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا
نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ
کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے
اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی

قال فبایعه                                   دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول
(رواہ مسلم)                                   ہیں۔ اس کے بعد حضرت ضماد نے فرمایا
میرے سامنے یہ کلمات دہرائیے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کا تین بار اعادہ کیا۔ پھر انہوں نے فرمایا میں نے کاہنوں کے اقوال بھی سن رکھے ہیں اور جادوگروں کی باتیں اور شعراء کی باتیں بھی سنی ہوئی ہیں لیکن میں نے آپ کے کلمات کی طرح کے کلمات نہیں سنے۔ ہم تک سمندر کی گہرائی جیسی جامع باتیں پہنچ گئیں۔ لائیے اپنا ہاتھ میں اسلام پہ آپ کی بیعت کروں گا۔ فرمایا پھر نبی اکرم نے ان سے بیعت لی۔

نبی اکرمؐ نے جب پوری تندہی سے اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو ابتداء میں جب کفار کو زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ اور وہ حضورؐ کی اس محنت اور تندھی کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ مجنون ہیں ان کو جنون ہوگیا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) چنانچہ سورۃ قلم کی دوسری آیت میں فرمایا گیا: مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ آپؐ اپنے رب کی نعمت سے مجنون ہرگز نہیں

یہ بات یاد رہے کہ جب نبی اکرمؐ کی دعوت آگے بڑھی اور اس کا ہدف عیاں ہوا تو کفار آپؐ کو اس طرح مجنون نہیں کہتے تھے بلکہ تشدد پر اتر آئے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ جو مکہ کے بیوقوفوں کی زبان سے ادا ہوئے ظاہر کرتے ہیں کہ واقعہ ابتدائی دور کا ہے۔

عرب کے معاشرہ میں دو دوست جب کوئی معاہدہ کرتے یا کسی معاملے میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا وعدہ کرتے تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس قول کو پختہ کرتے۔ بالکل اسی معروف طریقے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام میں برقرار رکھا اور اس کی توثیق (Sanction) فرمائی۔ ظاہر بات ہے کہ جب دو آدمی ایک چھوٹے سے دنیاوی معاملے میں ہاتھ دے کر قول و قرار لیتے ہیں تو غلبۂ دین حق کی جدوجہد جیسے اہم معاملہ میں کیوں نہ یہ عمل کیا جاتا۔ یہ ہی حضورؐ کا عمل ہے جو مسنون ہے۔

(ریاض الحق)

# نام اور شخصیت

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نام انسان کی شخصیت و کردار پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں ہمیں بحیثیت مسلمان یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم نام اچھے رکھیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی شخص یا مقام کا نام برا دیکھتے تو تبدیل کر دیتے اور ایک بچے کے اپنے والدین پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا نام اچھا رکھا جائے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ

نام عبداللہ، عبدالرحمٰن اور عبدالعزیز ہیں یعنی جن ناموں کی نسبت عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگائی جائے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کے اچھے نام رکھے آپؐ کے ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا، جس کا لقب طیب وطاہر تھا اور آپؐ کے پہلے بیٹے کا نام قاسم تھا جس کی نسبت سے نبی کریمؐ ابوالقاسم کنیت فرماتے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کنیت رکھنا بھی سنت محبوب الٰہی ہے۔

نام نہ صرف اس آدمی کے بلکہ اس شخص کے والدین کے خیالات ومعتقدات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اکثر جب ہندوستانی حضرات سے واسطہ پڑتا ہے اور ان کے دین کا پتہ نہ ہو کہ یہ کس دین کے پیروکار ہیں تو دین معلوم کرنے کا مہذب طریقہ نام پوچھ لینا ہے۔

لڑکوں کی طرح لڑکیوں کے بھی اچھے نام رکھنے چاہئیں۔ نبی کریمؐ نے اپنی بیٹیوں کے نام بہترین تجویز فرمائے یعنی زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ۔ اور مرد کی طرح عورت کے نام کی بھی نسبت اس کے والد کی طرف ہونی چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں ایک غلط سوچ رواج پا گئی ہے کہ شادی کے بعد عورت اپنا نام تبدیل کر کے خاوند کے نام سے بلا لیتی ہے یہ طرز عمل سراسر غیر اسلامی ہے۔ اور انگریزوں کی تقلید ہے۔ اسلامی لحاظ سے مثلاً ایک عورت کا نام رقیہ ہے اور اس کے والد کا نام عبدالکریم ہے تو یہ رقیہ بنت عبدالکریم کہلائے گی۔ اور شادی کے بعد بھی اس نام سے پکاری جائے گی، اور خاوند کا نام اس کے نام کا حصہ نہیں بن جائے گا۔ عورت کے نام کے ساتھ اس کے باپ کا نام رہنے کی وجہ سے اس کا اپنا تشخص مجروح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے خاندان کا نام بھی برقرار رہے گا اور پھر دوسری نہایت تکلیف دہ وہ صورت حال ہوتی ہے جب ایک عورت کسی سے شادی کرنے کے بعد اپنا نام تبدیل کر لیتی ہے اور اگر خدانخواستہ طلاق ہو جائے تو اس کا نام تبدیل کرنا ایک مسئلہ بن جاتا ہے، کراچی میں قیام کے دوران مجھے ایک ایسی لیڈی ڈاکٹر کی کیفیت یاد ہے کہ جو شادی کے بعد اپنا نام تبدیل کر کے مسز فلاں ہو چکی تھیں۔ اب ان کو طلاق ہو گئی ہے۔ لیکن وہ بدستور اسی نام سے معروف تھیں۔ اب جو شخص بھی ان کو اس نام سے پکارتا تو وہ دل ہی دل میں کڑھتی رہتی کیونکہ اب ہر شخص سے جھگڑنا اور نام تبدیل ہو جانے کی وجہ بتانا ایک اچھا خاصا مشکل کام تھا۔

جہاں جہاں بھی سوشلسٹ انقلاب آیا تو انہوں نے سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کے نام تبدیل کر دیے جائیں تاکہ ان کا ماضی سے رشتہ کٹ جائے۔ روس کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کے نام بھی بالکل تبدیل ہو گئے ہیں اور البانیہ میں تو باقاعدہ قانونی طور پر اسلامی نام رکھنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

بعض اوقات اکثریت میں رہتے ہوئے اقلیت بھی اپنے ناموں کا تشخص کھو دیتی ہے۔ جیسے ہندوستان کے صوبہ کیرالا کے ایک شخص کو میں ہمیشہ غیر مسلم سمجھتا رہا کیونکہ اس کا نام پریت تھا۔ لیکن بعد میں واضح ہوا کہ وہ دراصل مسلمان ہے اور اس کا اصلی نام فرید ہے جو عدم معرفت کی وجہ سے پریت بن گیا ہے۔

تاہم ہر معاشرے میں کچھ نام بوجوہ زیادہ رواج پا جاتے ہیں۔ مثلاً سعودی عرب میں زیادہ نام عبداللہ، عبدالعزیز اور عبدالرحمٰن وغیرہ ہیں یا پھر سعود، فہد اور خالد زیادہ نام ہیں، جب کہ ہمارے ملک میں زیادہ تر نام حسین، علی اور حیدر کے سابقہ یا لاحقہ کے ساتھ ہیں۔ جیسے غلام علی، غلام حیدر اور غلام حسین اور اسی طرح خادم علی، خادم حسین وغیرہ اور بعض اوقات غلام محمد اور غلام غوث بھی نام رکھے جاتے ہیں لیکن یہ نقطہ قابلِ غور ہے کہ ہمارے ہاں غلام صدیق، غلام فاروق اور غلام عثمان یا پھر خادم صدیق، خادم فاروق اور خادم عثمان ایسے نام بہت ہی قلیل بلکہ بالکل ناپید ہیں۔ اور یہ نام بھی بہت کم رکھے جاتے ہیں جو حدیث شریف میں اللہ کے محبوب نام بتلائے گئے ہیں جن کی نسبت عبودیت اللہ کی ذات بابرکات کی طرف ہو۔

کچھ ایسی ہی صورت عورتوں کے ناموں کی نسبت بھی ہے کہ ان کے نام بھی غلام فاطمہ، غلام زہرا، اور غلام سکینہ تو بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن غلام عائشہ یا غلام حفصہ بہت ہی معدوم ہیں۔

ہمارے معاشرے کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ ہم مرکب نام رکھنے کے عادی ہیں اور اس طرح ایک شخص کے تین تین نام ہو جاتے ہیں جیسے مثال کے طور پر میرا نام ریاض حسین شیخ ہے جبکہ سعودی عرب میں ایک ہی نام رکھا جاتا ہے اور سعودی معاشرے میں میرا نام ریاض اور حسین میرے والد محترم کا نام شمار کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہاں پر کسی آدمی کے نام کے ساتھ اس کے باپ دادا کا نام بھی عموماً لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص پورا نام محمد عبداللہ فاروق علی الرشیدی لکھے گا تو اس سے مراد اس کا نام محمد اس کے والد کا نام عبداللہ اس کے دادا کا نام فاروق اس کے پردادا کا نام علی اور اس کا خاندان رشیدی ہوگا اس طرح اپنا سلسلۂ نسب یاد رکھنا بھی بہت آسان ہے جبکہ ہمارے ہاں بہت ہی کم لوگ ہیں جو اپنے پردادا وغیرہ کا نام جانتے ہیں پھر ہندوستان کے تو کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں والد کا نام اس کے اپنے نام سے پہلے لکھا جاتا ہے جیسے مثلاً عبدالقادر موتھرین کنجو تو اس میں اس شخص کا نام موتھرین ہے اور اس کے والد کا نام عبدالقادر ہوگا۔

ماحول اور مکان بدل جانے سے بھی بعض اوقات ناموں کے سلسلے میں دشواریاں پیش

آجاتی ہیں جیسے ہمارے ایک دوست کا نام اللہ دتہ ہے جو کہ سعودی عرب کے لحاظ سے ایک غیر معقول نام ہے کیونکہ یہاں ایک شخص کا ایک ہی نام سمجھا جاتا ہے اور اس قاعدے کے لحاظ سے اس کا نام صرف اللہ بن جاتا ہے اس لیے اس کو ہمیشہ اپنے نام کی تشریح کرنی پڑتی ہے کہ اس نام کا عربی ترجمہ عطاء اللہ ہے اور عربی میں بندر نام بھی رکھا جاتا ہے جو ہمارے لیے عجیب ہے۔

ہمارے ہاں کے مرکب نام ہونے سے مزید کئی اشکال بھی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے کئی دیہاتی اپنے نام پیراں دتہ بھی رکھ لیتے ہیں یا پھر نذر عباس، نذر حسین ایسے نام بھی رکھے جاتے ہیں اور پھر کلب عباس اور کلب حسین تک بھی نام سنے گئے ہیں۔ یہ نام اپنے معنوں کے اعتبار سے محل نظر ہیں۔

بعض اوقات نام اتنے لمبے بھی ہو جاتے ہیں کہ پھر پورا نام لکھنے میں دشواری سے بچنے کے لیے صرف مخففات ہی لکھ دیے جاتے ہیں جیسے ایک صاحب اپنا نام کے پی ایس اے حسین خان (K.P.S.A. Hussein Khan) لکھا کرتے تھے جب پورا نام دریافت کیا گیا تو پتہ چلا کہ پورا نام تو "خاکِ پائے سمِ اسپِ حسین خان" ہے۔ یعنی حسینؓ کے گھوڑے کے پاؤں کی خاک۔ ہمارے لمبے لمبے ناموں کے بارے میں مجھے سید ضمیر جعفری کا وہ دلچسپ شعر یاد آرہا ہے۔

نام جو پوچھا تو چھ سطروں میں نام آتا نہیں
کام جو پوچھا تو کوئی خاص کام آتا نہیں! ؎

بعض ممالک میں یہ رواج بھی پایا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص حج کرنے چلا جائے تو اس کے نام کے ساتھ لفظ حاجی کا سابقہ لگا دیا جاتا ہے بلکہ سوڈان میں تو اگر کوئی حج والے دن پیدا ہو تو اس کا نام ہی الحاج رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ حج بھی تو اسلام کا اسی طرح رکن ہے جیسے نماز۔ پھر اگر کوئی نماز صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے تو اس کے نام کے ساتھ "نمازی" کا سابقہ نہیں لگایا جاتا اور یہ معاملہ صرف حج تک ہی محدود کیوں ہے؟ حالانکہ حج تو اہلیت ہونے کی بناء پر فرض ہے لیکن نماز ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ (ابوعبداللہ ریاض شیخ)

(پیش کردہ افکار و آراء سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں ہے)

# ٹینٹ اور ترپال

بنانے کا ممتاز ادارہ

# ایچ نظام دین اینڈ سنز

مرکزی دفتر

محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سانیو

# SANYO

# AIRCONDITIONERS REFRIGERATORS & FREEZERS

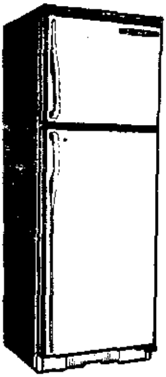

**NO-FROST REFRIGERATORS**

**with exclusive features**

- Two door with built-in lock.
- Spacious freezer compartment with drainage system, a new feature.
- Indicator pilot light on front door.
- In 4 pleasing colours (Green, Gold, Almond and White).
- One Year free service and 5 Years Guarantee on Compressor.

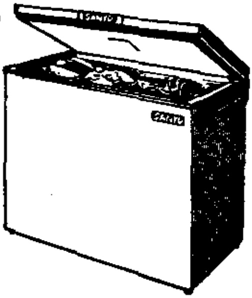

**CHEST/UPRIGHT FREEZERS**

**AIR-CONDITIONERS**

**new in utility**
**with higher efficiency**

Capacity: 1½ Ton, 18000 BTU/h
Noiseless Operation.
Trouble Free Service. Auto Deflector (Swing System).
Brown Teak Wood finish Grill.

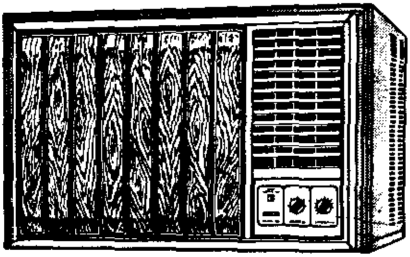

**Available at all SANYO Authorised Dealers**

**MANUFACTURED/ASSEMBLED IN PAKISTAN**

**SPECIAL ATTENTION:** Please ensure that you get your Worldwide Trading Company's 5 year Guarantee Certificate in order to avail free after Sales Service.

SOLE AGENTS IN PAKISTAN FOR ALL SANYO PRODUCTS

**WORLDWIDE TRADING CO.**

(SANYO CENTRE)
GARDEN ROAD, SADDAR, KARACHI. PHONES: (PABX) 525151-55 (5 Lines)
CABLE: "WORLDBEST" TELEX: 25109 WWTCO PK

786/WW-109/83

پاکستان کی کھلی فضاؤں میں
پاکستان کی
کھلی فضاؤں میں
اذانوں کی گونج
ہماری روحانی میراث
کی آئینہ دار ہے
اور
مشینوں کے چلتے ہوئے پہیوں کا شور
ہماری صنعتی ترقی کا مظہر ہے
ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے اور قومی خدمت ایک عبادت ہے
سروس اپنے شوز کی ایکسپورٹ سے زرمبادلہ کما کر دن رات
وطنِ عزیز
کی خدمت میں سرگرم عمل ہے
سروس شوز۔ دنیا کے گوشے گوشے میں مقبول
Servis

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

# قال

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما
یحب لنفسہ

(رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص اس وقت
تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے
بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے
لئے پسند کرتا ہے۔


# رشید جیولری ہاؤس

لاہور

ٹمپل روڈ — سوہا بازار

۳۱۱۴۰ — ۳۰۴۳۳ — ۶۴۴۳۳ — ۵۶۴۷۹

پروپرائیٹر

اے وحید

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

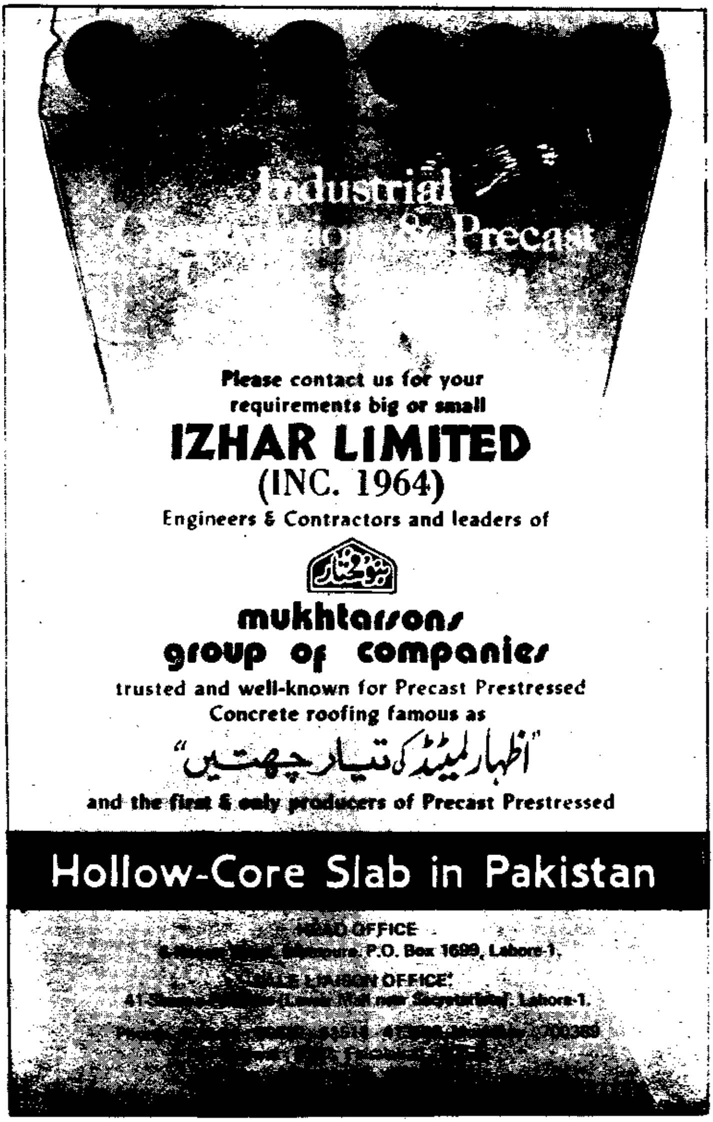
Industrial
Precast
Please contact us for your
requirements big or small
IZHAR LIMITED
(INC. 1964)
Engineers & Contractors and leaders of
mukhtarsons
group of companies
trusted and well-known for Precast Prestressed
Concrete roofing famous as
"اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں"
and the first & only producers of Precast Prestressed
Hollow-Core Slab in Pakistan
OFFICE
P.O. Box 1699, Lahore-1.
OFFICE
Lahore-1.

الہدیٰ
کیسٹ سیریز

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی)
کے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مشتمل

درسِ قرآن

تنظیم اسلامی
نشر القرآن کیسٹ سیریز
۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴
فون: ۸۵۲۶۱۱

نشر القرآن
کی نئی کیسٹ سیریز
قرآن حکیم کے منتخب نصاب
پر مشتمل درس قرآن کے
۳۰ کیسٹ (سی۔ ۶۰ T-D-K)
کی قیمت /۹۰۰ روپے ہے،
خواہش مند حضرات /۹۱۰ روپے
بذریعہ بنک ڈرافٹ / منی آرڈر
نشر القرآن کے نام بھیجوا کر
یہ کیسٹس حاصل کر سکتے ہیں۔

طالبانِ علمِ قرآن حکیم متوجہ ہوں!

# دورۂ ترجمۂ قرآن کے کیسٹ

## موجودہ رمضان المبارک میں تراویح کے دوران

## ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی)

ہر چار رکعتوں سے قبل اُن میں پڑھے جانے والے حصہ قرآن کا ترجمہ
اور آیات اور سورتوں کا باہمی ربط بیان فرما رہے ہیں۔ جسے سی۔ ۹۰ کے
۴۷ کیسٹوں میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ پورے سیٹ کی قیمت /۱۴۷۵ روپے ہے۔
ڈاک خرچ ادارہ کے ذمہ ہوگا۔ خواہشمند حضرات اپنے آرڈر جلد بُک کرائیں۔
نشر القرآن کیسٹ سیریز ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

# Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of

*WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,*

HEAD OFFICE:

709, 7TH FLOOR, QAMAR HOUSE,

M.A. JINNAH ROAD, KARACHI (PAKISTAN)

2-K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.

TELEFHONE: 870512 880731

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

کی مطبوعات میں

ایک اہم اضافہ

★

سانحۂ کربلا

از

ڈاکٹر اسرار احمد

کی ایک اہم تحریر جس کا پہلا
ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا تھا،
دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے۔

صفحات — ۴۸

قیمت : ۳ روپے صرف

ملنے کا پتہ

۳۶ ۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون :۔ ۸۵۲۶۱۱


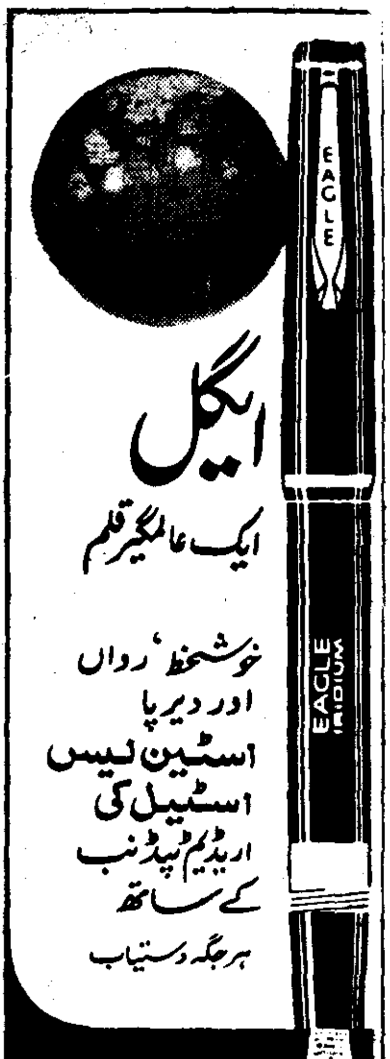

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الحمدُ للہ

# ایک اور اعزاز

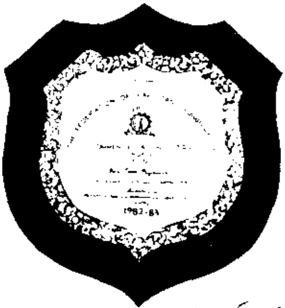

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گزشتہ سالوں کی طرح ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران
بھی ہماری بہترین برآمدی کارکردگی اور وطن عزیز کے لیے کثیر زرمبادلہ کمانے پر فیڈریشن آف
پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی جانب سے ہم ایک بار پھر

## بہترین برآمدی کارکردگی کی ٹرافی

کے مستحق قرار پائے

یہ ٹرافی جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے ایک پُر وقار تقریب میں اپنے ہاتھوں سے ہمیں عطا فرمائی۔

ہمیں خیمے۔ ترپالیں اور کینوس کی دیگر مصنوعات کے سب
سے بڑے برآمدکنندگان ہونے کا بجا طور پر شرف حاصل ہے۔

SNDS

## حاجی شیخ نورالدین اینڈ سنز لمیٹڈ

پاکستان میں کینوس مصنوعات کے سب سے بڑے برآمد کنندگان

ہیڈ آفس: حفیظ چیمبرز۔ ۸۵۔ شاہراہ قائد اعظم، لاہور (پاکستان)
فون: ۳۰۶۴۶۸-۳۰۵۴۶۹، تار: شاہی خیمہ ٹیلکس: 44543 NOOR PK
ایگزیکٹو آفس: ۶۱۶-۶۱۴ کامرس سینٹر، چھٹی منزل، حسرت موہانی روڈ۔ کراچی (پاکستان)
فون: ۲۱۳۵۴۰-۲۱۳۳۸۲، تار: 'TARPAULIN' ٹیلکس: 25480 NOOR PK

Regd. L. No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 33 | AUGUST 1984 | No. 8

# قدرتی گیس کا ضیاع روکیے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچا کر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

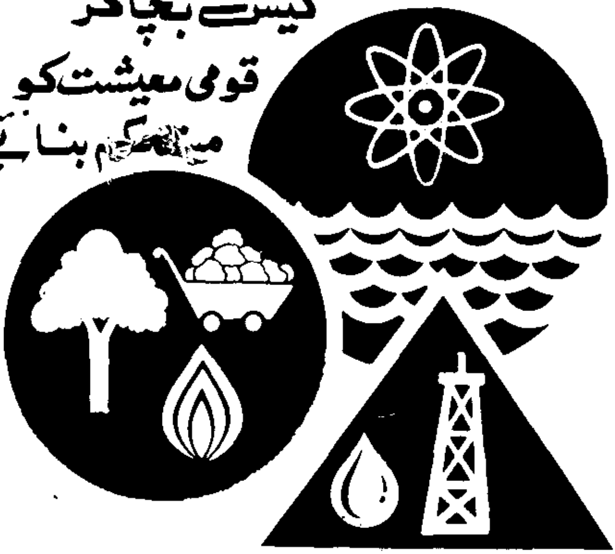

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے۔
اسے ضائع نہ کیجیے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SUI NORTHERN

SNGPL 4/80

paragon